مسلسل اشاعت کا چوبیسواں سال

فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ

میرے فرماں بردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا (آل عمران)

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل (رجسٹرڈ)

اسلامی جمہوریہ پاکستان

E.mail: marifraza@hotmail.com

یا رب العالمین
تنظیم اہلسنت انٹرنیشنل کے زیر اہتمام
یا رحمۃ للعالمین
تاجدار اہلسنت، مجدد دین وملت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی دینی قومی وملی
خدمات کو خراج تحسین پیش کرنے اور عشق مصطفیٰ ﷺ کے فروغ کیلئے
عالمی امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کانفرنس
زیر صدارت
جگر گوشہ اعلیٰ حضرت
امام احمد رضا
عالمی مبلغ اسلام
حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خان صاحب
الازہری بریلوی
سجادہ نشین بریلی شریف
زیر سرپرستی
مفکر ملت
پیر طریقت
حضرت علامہ
ایم اے ایل ایل بی
پیر عبد القادر صاحب
پرنسپل جامعہ رضویہ انوار العلوم واہ کینٹ
صدر تنظیم اہلسنت انٹرنیشنل
سجادہ نشین دربار عالیہ غوثیہ قادریہ جنڈی شریف (کہوٹہ)
2004 بروز
25 جنوری اتوار
10 بجے دن
بمقام جامعہ رضویہ انوار العلوم
واہ کینٹ
اس کانفرنس میں مختلف ممالک سے عمائدین شرکت فرمائیں گے
اپیل
کانفرنس کے انعقاد کے سلسلہ میں تعاون فرمانے والے حضرات سے اپیل ہے کہ اپنے
عطیات درج ذیل اکاؤنٹ میں جمع کروائیں!------
پیر عبد القادر اکاؤنٹ نمبر : PLS 3313-8 مسلم کمرشل بینک لالہ رخ واہ کینٹ
منجانب: مرکزی دفتر جامعہ رضویہ انوار العلوم واہ کینٹ
فون: 0596 - 511844
0300-9506753
0300-9506760
0300-5157475

علامہ شاہ تراب الحق قادری
الحاج شفیع محمد قادری
علامہ ڈاکٹر حافظ عبدالباری
منظور حسین جیلانی
حاجی عبداللطیف قادری
ریاست رسول قادری
حاجی حنیف رضوی
کے . ایم . زاہد

سرکولیشن
محمد فرحان الدین قادری
سید محمد خالد قادری

کمپوزنگ
شیخ ذیشان احمد قادری

ھدیہ فی شمارہ =/15 روپیہ، سالانہ 150 روپیہ، بیرونی ممالک =/10 ڈالر سالانہ، لائف ممبر شپ -/300 ڈالر

نوٹ: رقم دستی یا بذریعہ منی آرڈر/ بینک ڈرافٹ بنام "ماہنامہ معارف رضا" ارسال کریں، چیک قابل قبول نہیں

25 جاپان مینشن، رضا چوک (ریگل) صدر، کراچی (74400)، فون: 021-7725150
فیکس: 021-7732369، ای میل: marifraza@hotmail.com

(پبلشرز مجید اللہ قادری نے باہتمام حریت پرنٹنگ پریس، آئی آئی چندریگر روڈ، کراچی سے چھپوا کر دفتر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کراچی سے شائع کیا)

آئینہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اپنی بات

صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری

پس چہ باید کرد

قارئین کرام!   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

گذشتہ چار ماہ اہلسنّت و جماعت پر بہت سخت گزرے۔ کیسے کیسے عظیم القدر اور جلیل المرتبت اکابرین اٹھ گئے۔ پاسبانِ فکرِ رضا فقیہ العصر، شیخ الحدیث، والتفسیر حضرت علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی، رحمہ اللہ ۲۶/اگست ۲۰۰۳ء کو وصال فرماگئے، وہ پیکرِ اخلاق تھے، علم مجسم تھے، عالمِ باعمل تھے، عمل پر یقین رکھتے تھے، خود متحرک تھے لوگوں کو متحرک رکھتے تھے، تحریر وتصنیف، تعلیم و تدریس، تعمیر و تزئین اور انتظام و انصرام کے ماہر تھے۔ عظیم فقہی انسائیکلوپیڈیا فتاویٰ رضویہ کو جدید انداز میں ۲۵/جلدوں تک طبع کرانا، مدارس اسلامیہ کا جال بچھادینا، اور انہیں منظم اور فعال بنانا، اہلسنّت و جماعت کو ایک پلیٹ فارم پر متحد کرنا وہ اہم منصوبے ہیں جو قبلہ مفتی صاحب کے طرۂ امتیاز ہیں۔

ابھی حضرت مفتی عبدالقیوم ہزارر رحمہ اللہ کی جدائی کا صدمہ تازہ ہی تھا کہ ایک اور جان لیوا سانحہ پیش آیا، حضرت علامہ مفتی ظفر علی نعمانی علیہ الرحمہ بھی ہمیں ۲۰/رمضان المبارک ۱۴۲۴ھ/ ۱۶/نومبر ۲۰۰۳ء کو داغ مفارقت دے گئے۔ حضرت مفتی نعمانی صاحب صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت مفتی امجد علی اعظمی رضوی علیہ الرحمۃ کے باقیات الصالحات میں سے تھے۔ قیام پاکستان کے بعد کراچی میں اہلسنّت کے سب سے بڑا دارالعلوم امجدیہ کا قیام، اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ کے ترجمہ قرآن کنز الایمان، الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ، اور حیات اعلیٰ حضرت (جلد اول) کی پاکستان میں پہلی بار اشاعت، پاکستان کے طول وعرض میں سینکڑوں مدارس اہلسنّت کا قیام اور ان کا انتظام وانصرام، مذہبی اور سیاسی سطح پر اہلسنّت و جماعت کی ملک گیر تنظیم اور اتحادِ اہلسنّت اور پارلیمنٹ میں اہلسنّت کے حقوق کی حفاظت کے لئے جدوجہد میں ان کا کردار اظہر من الشمس اور قابل ستائش ہے۔

ابھی ملت اسلامیہ ان دو جانکاہ صدموں سے سنبھلنے بھی نہ پائی تھی کہ ۱۶/شوال المکرم ۱۴۲۴ھ/ ۱۱/دسمبر ۲۰۰۳ء کو دور جدید کے عالَمِ اسلام کے عظیم مبلغ، عالمِ بے بدل، میدان خطابت کے شہسوار، بے باک، نڈر اور صاحب بصیرت قائد، قائد اہلسنّت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی علیہ الرحمۃ کے سانحۂ ارتحال کی خبر آئی۔ جس نے صرف اہلسنّت ہی نہیں بلکہ پوری ملّت اسلامیہ کو غم واندوہ میں مبتلا کردیا۔ غالباً برصغیر پاک و ہند کے کسی سنّی عالم اور قائد کے وصال پر پہلی بار عرب لیگ اور رابطۂ عالم اسلامی نے تعزیت کی ہو۔

مولانا نورانی امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ (۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کے وصال کے تقریباً ۶/سال بعد ۱۳۴۶ھ/ ۱۹۲۶ء میں میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ آپ نامور خاندان کے فرزند تھے۔ آپکے والد ماجد مبلغ اسلام مولانا عبدالعلیم صدیقی علیہ الرحمۃ اپنے وقت کے جید عالم دین اور امام احمد رضا قدس سرہٗ العزیز کے خلیفہ تھے جنہوں نے ۴۵/ہزار سے زیادہ غیر مسلموں کو افریقہ، مشرقِ بعید، جنوبی امریکہ، امریکہ اور ماریشس وغیرہ میں دائرۂ اسلام میں داخل کیا۔ آپ کے دادا عبدالحکیم جوش میرٹھی، شاہی مسجد میرٹھ کے خطیب اور اسلام کے مبلغ تھے۔ آپ کے تایا مولانا نذیر احمد صدیقی بمبئی میں بابائے قوم محمد علی جناح کے اسلامی امور کے مشیر تھے، شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ کی ۷۸/سالہ زندگی کے شب وروز مصروف ترین گزرے ہیں۔ آپ کا شمار پاکستان کی ان چند شخصیات میں ہوتا ہے جن کا خاندان نسلاً بعد نسل تبلیغ دین کرتا اور مسلمانوں کو دین کا شعور دیتا چلا آرہا ہے۔ آپ اردو، عربی فارسی، انگریزی، فرانسیسی، سواحلی اور دنیا کی دیگر کئی زبانوں پر حاوی تھے۔ آپ نے تقریباً ایک لاکھ سے زائد غیر مسلموں کو اور ۴۰/ہزار قادیانیوں کو مشرف بہ اسلام کیا۔ ۱۹۴۶ء کی سنّی کانفرنس اور مسلم لیگ کی تحریک پاکستان کی جدوجہد سے لیکر پاکستان میں تحریک ختم نبوت (۱۹۵۲ء اور ۱۹۷۲ء) تحریک نظام مصطفیٰ اور بحالی جمہوریت کی تمام مہمات میں بھرپور اور قائدانہ صلاحیتوں سے حصہ لیا جسے اپنے اور غیر سبھی تسلیم کرتے ہیں۔ ۱۹۷۳ء کے آئین میں مسلمان کی تعریف شامل کرانا اور قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کی قرارداد پیش کرکے اس کو آئین کا حصہ بنوانا، رہتی دنیا تک آپ کا عظیم کارنامہ شمار کیا جائے گا۔ آپ متعدد کتب کے مصنف بھی تھے۔ اگر چہ اواخر عمر میں آپ کے بعض ساتھیوں اور مخلصین اہلسنّت کو آپ کے کچھ سیاسی فیصلوں سے مخلصانہ اختلاف بھی تھا لیکن اس بات پر سب متفق نظر آتے ہیں کہ آپ سے زیادہ بھاری بھرکم، باصلاحیت سیاسی سوجھ بوجھ اور عالمی سطح کی معروف شخصیت جماعت اہلسنّت میں کوئی اور نہیں۔

علامہ شاہ احمد نورانی علیہ الرحمہ کی رحلت سے نہ صرف یہ کہ اہلسنّت کی ایک برگزیدہ دینی اور سیاسی شخصیت کا مثالی سفر تمام ہوا بلکہ دور تک جماعت اہلسنّت میں اب کوئی ایسی ذات نظر نہیں آتی جو امیر کاروان کے طور پر سامنے لائی جا سکے اور جو جماعت اہلسنّت کے شیرازے کو دوبارہ متحد اور منظم کر سکے۔ یہ جماعت کے لئے ایک بہت بڑا المیہ ہے۔ علامہ نورانی کی جمعیت علمائے پاکستان اور ان کی مرکزی جماعت اہلسنّت میں بلکہ اہلسنّت کے کسی گروہ میں علامہ نورانی میاں کا کوئی نعم البدل نظر نہیں آ رہا ہے۔ اگر فوری طور پر ہم نے اپنی شیرازہ بندی نہ کی تو اس بات کا قوی امکان ہے کہ ملک کی سب سے بڑی اکثریت کی سیاسی قوت و طاقت کا جو بھرم ایک واحد ذات نے اب تک قائم کر رکھا تھا، وہ جلد زائل ہو جائے اور اہلسنّت و جماعت گروہ در گروہ مزید تقسیم ہو کر نہ صرف اپنی سیاسی قوت کھو بیٹھیں بلکہ ان کی بقا بھی خطرے میں پڑ جائے اور ان کے دینی اور سیاسی حقوق کے لئے حکومت کے ایوانوں میں کوئی آواز اٹھانے والا بھی نہ رہ جائے، لہٰذا ان حالات میں پس چہ باید کرد؟

ہمارا خیال ہے کہ حالات گرچہ مخدوش ضرور ہیں مگر مایوس کن نہیں۔ علامہ شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ نے اپنی حیات کے آخری ایّام میں اس خواہش کا اظہار بھی فرمایا تھا اور اس کے لئے کچھ اقدام بھی کیئے تھے لیکن اتحاد اہلسنّت کی یہ آرزو وہ پوری نہ کر سکے۔ علامہ نورانی جیسی بھاری بھرکم شخصیت کی جدائی نے اہلسنّت کے مختلف گروہوں کو پھر سے ایک دوسرے کے قریب کر دیا ہے اور اس کا مظاہرہ ان کے جنازے کے عظیم الشان اجتماع میں ہو چکا ہے۔ ان سے اختلاف رکھنے والی اہلسنّت کی مقتدر شخصیات نے بلا تردد شرکت کی اور دور دراز کا سفر طے کر کے شرکت کی۔ بلکہ ان میں سے اکثر حضرات ایصال ثواب کی محفل سوئم میں بھی شریک ہوئے۔ ظاہر ہے کہ شرکت مخلصانہ اور محبانہ تھی، تمام اختلافات کو پس پشت رکھ کر کی گئی تھی۔ سبھوں نے اس سانحہ کو اپنا غم سمجھا اس لئے سبھی شریک ہوئے۔

اب اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی ذمہ داری ان لوگوں پر ہے جو جمعیت علمائے پاکستان کے اور جماعت اہلسنّت کے مختلف دھڑوں کے فی الوقت ارباب بست وکشاد ہیں۔ ہر دھڑے کے سربراہ اور سربرآوردہ حضرات کو وسیع القلبی اور عفو و درگزر کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک دوسرے کو گلے لگانا چاہیے۔ اپنے آقائے کریم رحمت دو عالم ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہو کر ایک دوسرے کو دل کی گہرائیوں سے معاف کر کے ہمیں نئے ''شورائی'' سفر کا آغاز کرنا ہوگا۔ جب ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ اپنے جانی دشمنوں کو معاف کر سکتے ہیں تو ان کے غلامی کا دعویٰ کرنے والے اپنے بھائیوں کو کیوں نہیں معاف کر سکتے؟ معاملات اور شکوہ شکایات کو فراموش کر کے ۱۹۷۰ء کا تنظیم اہلسنّت کا سفر پھر اسی جذبے سے شروع کریں۔ عہدوں اور مراعات سے قطع نظر جماعت اہلسنّت اور جمعیت علمائے پاکستان کے تنظیمی ڈھانچہ کی از سر نو تعمیر میں مدد کے لئے سامنے آئیں، اپنی مخلصانہ خدمات پیش کریں اور اتحاد اہلسنّت کے لئے مندرجہ ذیل فوری اور وقتی اقدام کی تجاویز پر عمل کرنے کی کوشش کی جائے:

(۱) عبوری دور کے لئے ایک مشترکہ مرکزی شوریٰ بنائی جائے جو سال دو سال تک کام کرے اور فیصلہ کثرت رائے کی بناء پر کیئے جائیں، (۲) اس میں ہر گروہ اور چاروں صوبوں کی نمائندگی ہو، (۳) ہر گروہ کے عہدہ دار رضا کارانہ طور پر پیش کش کریں کہ وہ اپنے گروہ کے صوبائی/مقامی عہدہ سے دستبردار ہوتے ہے اور عبوری مرکزی شوریٰ جسکو چاہے اس عہدے پر نامزد کرے وہ بطور معاون اور رضا کار خدمت انجام دینے کا عہد کرتے ہیں، (۴) عبوری دور کے شروع میں تنظیم سازی کا کام صرف کراچی، لاہور، حیدرآباد، پشاور، اسلام آباد، کوئٹہ وغیرہ سے کیا جائے، ان سے فراغت کے بعد دوسرے درجہ کے بڑے شہروں میں منظم کیا جائے، رکن سازی کی جائے، (۵) عبوری دور کے خاتمہ کے بعد ایک باقاعدہ متفقہ تنظیمی ڈھانچہ اور آئین کے تحت مرکز، چاروں صوبوں اور اسکے اہم شہروں کی سطح پر عہدوں کیلئے انتخابات کرائے جائیں، (۶) ہر سطح پر منتخب عہدیداران کو قیادت منتقل کر دی جائے، (۷) معینہ مدت کے بعد دوبارہ انتخابات کرائے جائیں، (۸) صدر یا امیر جماعت پر لگاتار دو ٹرم سے زیادہ انتخاب میں حصہ لینے پر پابندی ہو،

ہمیں امید ہے کہ جمعیت اور جماعت اہلسنّت کی تمام باقیات اس وقت ہماری تجاویز پر فوری طور پر عمل کرتے ہوئے اتحادِ اہلسنّت کی خاطر مزید وقت ضایع کیئے بغیر قدم اٹھائیں گی۔ اگر ہم اخلاص اور عفو و درگذر کے جذبے کے ساتھ میدان میں آ گئے تو اللہ تعالیٰ کی نصرت اور آقا و مولیٰ ﷺ کی حمایت بھی شامل ہوگی ہمارا اتحاد و اتفاق مستحکم ہوگا اور ماضی کی شوکت بحال ہوگی۔ ان شاء اللہ العزیز،

آخر میں گزارش ہے کہ اگر اس اتحاد میں اب کوتاہی برتی گئی تو اسکے ذمہ دار قیامت کے دن حضرت مفتی عبدالقیوم ہزاروی ہوں گے نہ مفتی ظفر علی نعمانی اور نہ علامہ شاہ احمد نورانی (رحمہم اللہ) اسکے ذمہ دار صرف اور صرف وہ حضرات ہوں گے جو آج جمعیت اور جماعت اہلسنّت کے مختلف دھڑوں کے صدور، امراء اور ارباب حلّ و عقد ہیں۔ یہی وقت ہے کہ اخلاص کا مظاہرہ کرتے ہوئے اہلسنّت کی مجموعی قیادت ہم آہنگی کے ساتھ فوری قدم اٹھائے تاکہ اہلسنّت کو دوبارہ پاکستان کی ایک عظیم تحرکی قوت میں تبدیل کیا جا سکے۔

غلط روی سے منازل کا بُعد بڑھتا ہے　　مسافرو! روشِ کاروان بدل ڈالو
جگا جگا کے تمہیں تھک چکے ہیں ہنگامے　　نشاط و لذتِ خوابِ گراں بدل ڈالو
سفینہ جا کے کنارے سے لگ تو سکتا ہے　　ہوا کے رخ پہ چلو بادباں بدل ڈالو

آیاتِ تسبیح کی جامع تشریح

معارفِ قرآن
تفسیرِ رضوی

مفسرِ قرآن شیخ الاسلام امام احمد رضا علیہ الرحمہ

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ج وَمِنْ اٰنَآئِ الَّیْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّکَ تَرْضٰیO (طٰہٰ:۲۰:۱۳۰)

''اور اپنے رب کو سراہتے ہوئے اس کی پاکی بولو سورج چمکنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے اور رات کی گھڑیوں میں اس کی پاکی بولو، اور دن کے کناروں پر اس امید پر کہ تم راضی ہو''

میں کہتا ہوں! اللہ عزّ اسمہٗ کے اس فرمان سے استدلال کرنا تسبیح کہو اپنے رب کی حمد کے ساتھ طلوعِ آفتاب اور غروبِ آفتاب سے پہلے، محلِ نظر ہے کیونکہ آیت مکمل اس طرح ہوتی ہے:

''اور رات کے اوقات میں بھی تسبیح کہو اور دن کے اطراف میں بھی تاکہ تم راضی ہو جاؤ''

اب اگر تسبیح سے مراد نماز لی جائے کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ قرآن میں تسبیح سے ہر جگہ نماز مراد ہے۔ ابن عباس کا یہ قول فریابی نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے۔ اگرچہ ابن عباس کے اس کلیے سے استثناء کا فائدہ دیتی ہیں وہ آیات جو میں بیان کر رہا ہوں، اللہ جلّ ذکرہ فرماتا ہے:

کُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِیْحَهٗ ط (النور:۴۱)

''ہر (پرندہ) اپنی نماز اور تسبیح کو جانتا ہے'' اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَلَوْلَآ اَنَّهٗ کَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِیْنَO لَلَبِثَ فِیْ بَطْنِهٖٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَO

''اگر وہ (یونس) تسبیح کہنے والوں میں سے نہ ہوتا تو یومِ بعث تک مچھلی کے پیٹ میں رہتا'' (الصّٰفّٰت ۳۷:۱۴۳-۱۴۴)

کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ اس تسبیح سے مراد وہی تسبیح ہے جو اللہ تعالیٰ نے یونس علیہ السلام سے یوں حکایت کی ہے:

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَO (الانبیاء:۸۷)

''پس پکارا اس نے اندھیروں میں کہ کوئی معبود نہیں ہے تیرے سوا، تو پاک ہے بیشک مجھ سے بے جا ہوا''

سعید ابن جبیر جو کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بہترین شاگردوں میں سے ہیں اور ان سے مندرجہ بالا کلّیہ کے راوی ہیں انہوں نے یہی تفسیر بیان کی ہے۔ حسن بصری نے کہا ہے کہ انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں نماز نہیں پڑھی تھی بلکہ اس سے پہلے ایک صالح عمل تھا اھ البتہ ابن عباس یہاں بھی اپنے اصول پر واں رہے ہیں اور تسبیح کہنے والوں میں سے ہونے کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ نماز پڑھنے والوں میں سے ہونا اس صورت میں جیسا کہ ضحاک نے کہا ہے، اس آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے یونس علیہ السلام کو اس اطاعت (اور نماز وغیرہ) کے صلے میں نجات دی تھی جو وہ مچھلی کے پیٹ میں جانے سے پہلے کرتے رہے تھے۔ معالم میں بھی اسی طرح ہے۔ بہرحال اگر ''فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ'' میں تسبیح سے مراد نماز لی جائے اور امر کو وجوب کے لیے قرار دیا جائے تو آیت کا آخری حصہ دو (۲) سے زیادہ نمازوں کے فرض ہونے پر دلالت کرے گا۔ اس کا یہ جواب تو دیا جا سکتا ہے کہ دو میں حصر مقصود نہیں ہے کیونکہ رات کی نماز بھی بالیقین پہلے سے فرض تھی، لیکن اس صورت میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: ''اور دن کے اطراف میں'' بغیر کسی مفہوم کے رہ جاتا ہے کیونکہ اگر اس سے مراد طلوع سے پہلے اور غروب سے پہلے والی دو نمازیں لی جائیں تو تکرار لازم آئے گی۔

(ماخوذ فتاویٰ رضویہ (جدید)، ج ۵ ص ۷۸ تا ۸۰)

معارفِ حدیث
من افاضات امام احمد رضا

(۱۵) اللہ تعالیٰ ملک الملوک ھے

مرتبہ: علامہ محمد حنیف خان رضوی *

﴿گذشتہ سے پیوستہ﴾

اب رہا کہ استغراقِ حقیقی اگر چہ نہ مراد نہ مفہوم مگر مجرد احتمام ہی موجب منع ہے، یہ قطعا باطل ہے۔ یوں تو ہزاروں الفاظ کہ تمام عالم میں دائر و سائر ہیں منع ہو جائیں گے۔ پہلے خود اسی لفظ شہنشاہ کی وضع وترکیب لیجئے۔ مثلاً قاضی القضاۃ، امام الائمہ شیخ الشیوخ عالم العلماء، صدر الصدور، امیر الامراء خان خاناں، بگار بگ وغیرہا کہ علماء ومشائخ وعامہ سب میں رائج ہیں۔ آخری تین لفظ عربی فارسی ترکی، تین مختلف زبانوں کے لفظ ہیں اور معنی ایک یعنی سرورِ سرو راں، سردارِ سرداراں، سید الاسیاد، اور اگر امیر امر بمعنی حکم سے لیجئے تو امیر الامراء بمعنی حاکم الحاکمین، شک نہیں کہ ان الفاظ کو عموم واستغراق حقیقی پر رکھیں تو قاضی القضاۃ، حاکم الحاکمین، عالم العلماء اور سید الاسیاد قطعا حضرت رب العزت عزوجل ہی کیلئے خاص ہیں اور دوسرے پر ان کا اطلاق صریح کفر بلکہ بنظر حقیقت اصلیہ صرف قاضی وحاکم وسید وعالم بھی اسی کے ساتھ خاص۔

اسی طرح امام الائمہ، شیخ الشیوخ اور شیخ المشائخ اپنے استغراق حقیقی پر یقیناً حضور پر نور سید المرسلین ﷺ کے ساتھ خاص، اور دوسرے پر اطلاق یقیناً کفر کہ اس کے عموم میں حضور اقدس ﷺ بھی داخل ہوں گے اور معنی یہ ٹھہریں گے کہ فلاں شخص معاذ اللہ حضور سید عالم امام العالمین ﷺ کا بھی شیخ وامام ہے اور یہ صراحتاً کفر ہے۔ مگر حاشا، ان تمام الفاظ میں ہرگز یہ معنی قائلین کی مراد، نہ ان کے اطلاق سے مفہوم ومفاد اور اس پر دلیل ظاہر وباہر یہ ہے کہ متکبر مغرور جبار سلاطین کہ اپنے آپ کو مابدولت واقبال اور اپنے بڑے عہدہ داروں وامراء وزراء کو بندۂ حضور وفدوی خاص لکھتے ہیں جن کے تکبر کی یہ حالت کہ اللہ ورسول کی توہین پر شاید چشم پوشی بھی کر جائیں۔ مگر ہرگز اپنی ادنیٰ سے توہین پر درگزر نہ کریں۔ یہی جبار، انہیں امراء کو قاضی القضاۃ امیر الامراء خان خاناں اور بگاز بگ خطاب دیتے ہیں؛ اور خود لکھتے اور اوروں سے لکھواتے اور لوگوں کو کہتے دیکھتے سنتے اور پسند ومقرر رکھتے ہیں، بلکہ جو ان کے اس خطاب پر اعتراض کرے عتاب پائے۔ اگر ان میں استغراقِ حقیقی کا ادنی ایہام بھی ہوتا جس سے متوہم ہوتا کہ یہ امراء خود سلاطین پر بھی حاکم وافسر بالا وبرتر اور سردار وافسر ہیں۔ تو کیا امکان تھا اسے ایک آن کیلئے بھی روا رکھتے۔

تو ثابت ہوا کہ عرف عام میں امثالِ الفاظ میں استغراقِ حقیقی ارادۃً وافادۃً ہر طرح قطعا یقیناً متروک ومہجور ہے۔ جس کی طرف اصلاً خیال بھی نہیں جاتا۔ بعینہ بداہۃً یہی حال شہنشاہ کا ہے۔ کیا پکے مجنون کے سوا کوئی گمان کرسکتا ہے کہ امام اجل ابو العلاء علاء الدین ناصحی، امام اجل ابو بکر رکن الدین کرمانی، علامہ اجل خیر الملت والدین رملی، عارف باللہ شیخ مصلح الدین، عارف باللہ حضرت امیر، عارف باللہ حضرت حافظ، عارف باللہ حضرت مولوی معنوی، عارف باللہ حضرت مولانا نظامی، عارف باللہ حضرت مولانا جامی، فاضل جلیل مخدوم شہاب الدین وغیرہم قدست اسرارہم کے کلام میں یہ ناپاک معنی مراد ہونا درکنار اسے سنکر کسی مسلمان کا وہم بھی اس طرف جاسکتا

*(پرنسپل جامع نوریہ رضویہ، بریلی شریف)

(ماخوذ از: جامع الاحادیث للشیخ امام احمد رضا علیہ الرحمہ)

ہے؟ تو بے ارادہ بے افادہ اگر مجرد احتمالِ منع کیلئے کافی ہوتا وہ الفاظ بھی حرام ہوتے، حالانکہ خواص وعوام سب میں شائع و ذائع ہیں خصوصاً قاضی القضاۃ کہ فقہائے کرام کا لفظ اور قدیماً وحدیثاً ان کے عامۂ کتب میں موجود ہے۔ اس میں اور شہنشاہ میں کیا فرق ہے۔

امام اجل علامہ بدر الملت والدین محمود عینی حنفی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری شریف میں فرماتے ہیں:

''سب سے پہلے جس کا لقب قاضی القضاۃ ہوا، وہ امام اعظم کے شاگرد امام ابو یوسف ہیں، رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ اس جناب نے یہ لقب قبول فرمایا اور ان کے زمانہ میں فقہاء وعلماء ومحدثین کے اکابر وعمائد تھے ان میں کسی سے بھی اس کا انکار منقول نہ ہوا''۔

اب ثابت ہوا کہ وہ (حضور سید عالم ﷺ کو شہنشاہ کہنے پر) طعن نہ فقط انہیں ائمہ وفقہاء واولیاء پر ہوگا جن سے لفظ شہنشاہ کی سندیں بے شمار کتب میں مذکور، بلکہ ائمۂ تبع تابعین اور ان کے اتباع اور امامِ مذہب حنفی ابو یوسف اور اس وقت سے آج تک کے تمام علمائے حنفیہ اور بکثرت علمائے بقیہ مذاہب سب پر طعن لازم آئے گا اور اس پر جرأت ظلم شدید اور جہلِ مدید ہوگی۔

لاجرم بات وہی ہے کہ لفظ جب ارادۃً وافادۃً ہر طرح شناعت سے پاک ہے تو صرف احتمال باطل اسے ممنوع نہ کردے گا ورنہ سب سے بڑھ کر نماز میں ''تعالیٰ جدک'' حرام ہو کہ دوسرے معنی کس قدر شنیع وفظیع رکھتا ہے۔

ہاں صدر اسلام میں کہ شرک کی گھٹائیں عالمگیر چھائی ہوئی تھیں، تقیر وقطمیر کے ساتھ نہایت تدقیق فرمائی جاتی کہ توحید بروجہ اتم اذہان میں متمکن ہو۔ ولہٰذا نہ فقط شہنشاہ بلکہ أنت سیدنا کے جواب میں ارشاد فرمایا ''السید اللّٰہ'' سید اللہ ہی ہے۔ ابوالحکم کنیت رکھنے کو منع فرمایا۔ حالانکہ یہ الفاظ واوصاف غیر خدا کیلئے خود قرآن عظیم واحادیث واقوال علماء میں بکثرت وارد۔ وہابیہ وخوارج اسی نکتۂ جلیل سے غافل ہوکر شرک شرک وکفر میں پڑے۔ اللہ تعالیٰ تو ''إن الحکم إلاللّٰہ'' حکم اللہ ہی کا ہے۔ فرماتے ہے! مولیٰ علی نے کیسے ابوموسیٰ کو حکم فرمایا۔ (یہ مقولۂ خوارج ہے)

اللہ تعالیٰ تو ''إیاک نستعین'' فرماتا ہے۔ مسلمانوں نے انبیاء واولیاء سے کیسے استعانت کی۔ اللہ تعالیٰ تو ''قُلْ لَایَعْلَمُ ألآیۃ'' فرماتا ہے اہل سنت نے کیسے نبی ﷺ کیلئے اطلاع غیوب مان لی۔ (یہ وہابیہ کے اقوال ہیں)

ان اندھوں نے نہ جانا کہ وہی خدائے تعالیٰ ''فَابْعَثُوا حَکَمًا'' ایک پنچ بھیجو، فرماتا ہے اور ''تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی'' اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور ''إِسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ'' اور صبر اور نماز سے مدد چاہو۔ اور ''إِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ'' سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔ اور ''یَجْتَبِي مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ یَّشَاءُ'' چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے۔ اور تِلْکَ مِنْ أَنْبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهَا إِلَیْکَ'' یہ غیب کی خبریں ہم تمہارا طرف وحی کرتے ہیں۔ اور ''یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ'' بے دیکھے ایمان لائے۔ وغیرہا فرمارہا ہے۔ ''أَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتٰبِ وَتَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ'' تو کیا خدا کے کچھ حکموں پر ایمان لاتے ہو اور کچھ سے انکار کرتے ہو۔

خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ اس مقصد کی شرح میں نظیر واقعۂ تحریم خمر ہے، کہ ابتداء میں نقیر، مزفت، جرہ اور حنتم یعنی مضبوط برتنوں میں نبیذ ڈالنے سے منع فرمایا کہ تساہل واقع نہ ہو۔ جب اس کی حرمت اور اس سے نفرت مسلمانوں کے دلوں میں جم گئی اور اس سے کامل تحفظ واحتیاط نے قلوب میں جگہ پائی تو فرمایا! اِنَّ ظَرْفًا لَایُحِلُّ شَیْئًا وَّلَا یُحَرِّمُهٗ برتن کسی چیز کو حلال وحرام نہیں کرتا۔

تجلیات سیرت صلی اللہ علیہ وسلم

محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات

(پہلی قسط)

مولانا صابر القادری نسیم بستوی*

حقیقت تو یہ ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ بزم ہستی میں سراپا معجزہ اور مجسم کمال اور خوبی بن کر جلوہ افروز ہوئے عہد طفولیت سے لے کر حیات دنیوی کے آخری لمحوں تک آپ کی ہر ادا معجزہ تھی۔ جو شعور و ادراکِ بشر سے ماورا ہے اور اس کا زبان وقلم سے احاطہ کرنا ناممکن ہے۔ دنیا کے بڑے بڑے دانشوروں، علم وفضل کے شہرۂ آفاق و مایۂ ناز شہنشاہوں اور بلند پایاہ اربابِ فکر ونظر اس راہ میں چند قدم سے زیادہ نہیں چل سکے اور ان کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توصیف و ثنا اور مدح وستائش کی بزم میں ساری عمر نعت گوئی اور مدحت نگاری میں گزارنے کے باوجود بالآخر یہ اعتراف کرنا پڑا کہ۔

آں ذات پاک مرتبہ دان محمد است

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ اپنے الفاظ میں اس طرح رقم طراز ہیں۔

تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بری
حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے

دوسرے مقام پر یوں نغمہ سنج ہوئے۔

یہی بولے سدرہ والے چمن جہاں کے تھالے
سبھی ہم نے چھان ڈالے ترے پائے کا نہ پایا
تجھے اک نے اک بنایا
تجھے حمد ہے خدایا

فرش زمین سے تا عرش بریں، مکاں سے لامکاں تک، آپ کے حسن وجمال کی شعائیں بادلوں کی طرح چھائی ہوئی ہیں بلکہ۔

بزمِ کونین آراستہ کی گئی
کشورِ حسن کے تاجور کے لئے

آپ کے اقتدارِ رسالت واختیارِ نبوت کا پرچم رفعت و عظمت کی بلندیوں پر لہرا رہا ہے اور ہمیشہ پورے جاہ وجلال کے ساتھ لہراتا رہے گا۔ وقت کا کوئی زبردست سے زبردست طوفان اور حوادثِ روزگار سے سخت سے سخت پر آشوب آندھیاں اس پرچمِ عظمت کو سرنگوں کرسکی ہیں اور نہ کبھی کر پائیں گی۔ آپ کے حسن وجمال کے درخشاں آفتاب وماہتاب کو دیکھ کر جلیل القدر صحابہ کرام نے گواہی دی۔

مَارَاَیْتُ شَیْئاً اَحْسَنُ مِنْکَ

''اے اللہ کے رسول ﷺ میں نے آپ سے زیادہ حسین کوئی چیز نہیں دیکھی''

کسی صحابی نے آپ کے حسنِ زیبا وجمالِ دل آرا کو دیکھ کر کہا کہ:

''اے خدا کے برگزیدہ نبی حضور ﷺ آپ کا روئے تاباں نور کا ایک سمندر معلوم ہوتا ہے اور ایسا لگتا ہے کہ آسمان کے چاند اور سورج اس میں کشتی کی طرح تیر رہے ہیں۔

رخِ مصطفےٰ ﷺ ہے وہ آئینہ کہ اب اور دوسرا آئینہ
نہ ہماری چشمِ خیال میں نہ دکانِ آئینہ ساز میں

ذیل میں حضور انور سید البشر محمد عربی ﷺ کے چند مشہور

ایمان افروز معجزات درج کیئے جارہے ہیں جس سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح آشکار ہے کہ آپ مالکِ کونین سلطانِ دارین ہیں۔ دنیا کی ہر شے آپ کی تابعِ فرمان زمین و آسمان، عرش و کرسی، لوح و قلم آپ کے زیرِ نگیں، اور عناصرِ اربعہ آگ، پانی، ہوا، اور مٹی آپ کے تحتِ تصرف ہیں۔

خالقِ کل نے آپ کو مالکِ کل بنادیا
دونوں جہاں ہیں آپ کے قبضہ و اقتدار میں

اعجاز کلام الٰہی:

کلام الٰہی کا اعجاز دو طریقوں سے ہے:

اول؛ فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اُمّی تھے اور عرب کے لوگ ایسے عظیم فصیح و بلیغ کہ فی البدیہ بڑے بڑے قصیدے کہنا اور فقید المثال خطبے تحریر کرنا ان کا روزمرہ کا عام مشغلہ تھا۔ آپ نے اَنَـا اَفْـصَـحُ الْعَرَبِ اور بُـعِـثْـتُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ کا اعلان، کرتے ہوئے عرب کے بڑے بڑے نامور اہلِ فصاحت و بلاغت کے مجمع عام کو چیلنج فرمایا فأتوا بسورة من مثله (یعنی اس کی مثل کوئی سورۃ پیش کرو) مگر کوئی فصاحت و بلاغت کا مدعی زبان داں شاعر وادیب سورۃ انا اعطینک الکوثرؔ کے مثل اپنا کلام نہ پیش کرسکا۔

پیغمبر اسلام روحی فداہ ﷺ کا یہ معجزہ اب تک زندہ و تابندہ ہے اور صبح قیامت تک اسی شان و شوکت کے ساتھ تاباں و درخشاں رہے گا۔ آپ کا یہ وہ بے مثال معجزہ ہے جو کسی اور نبی و رسول کو عطا نہ ہوا۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ اپنی ایک مشہور نعت میں اس حقیقت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے زمزمہ خواں ہیں۔

فصحا عرب کے بڑے بڑے ترے آگے یوں ہیں دبے لچے
کوئی سمجھے منہ میں زباں نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

حضرت قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے کتاب ''الشفاء بتعریف حقوقِ المصطفیٰ'' میں تحریر فرمایا ہے:

''کلام اللہ میں باعتبار بلاغت سات ہزار سے کچھ زیادہ معجزے ہیں''

اور اپنے اس دعویٰ پر ایک واضح اور قوی دلیل بیان کی ہے یعنی محققین علماء نے تحریر کیا ہے کہ:

''کلام اللہ میں جس قدر کلام سورۂ انا اعطینا'' کے برابر ہے۔ معجزہ ہے اور اس سورۃ میں دس (۱۰) کلمے ہین اور پورے قرآن پاک میں کچھ اوپر ستر (۷۰) ہزار کلمات ہیں تو جب ستر ہزار کو دس سے تقسیم کریں گے تو سات ہزار حاصل ہوں گے اور اس حساب سے قرآن مجید میں سات ہزار معجزے ہیں''

دوسرا اعجاز:

غیبی خبروں اور پیش گوئیوں کی حیثیت سے ہے کہ واقعات و حالات کے مطابق ظہور پذیر ہوئے۔ یعنی کلام اللہ نے جو بیان کیا ویسا ہی واقع ہوا۔ اہل کتاب اس کو پیش گوئی کہتے ہیں اور اس کو انبیائے کرام نے اعلیٰ ترین معجزات میں شمار کیا ہے۔ (جاری ہے)

معارف القلوب
گذشتہ سے پیوستہ

اظہار تمنا کے انداز

آداب دعا اور اسباب اجابت

مصنف: رئیس المتکلمین حضرت علامہ نقی علی خان علیہ الرحمۃ الرحمٰن
شارح: امام احمد رضا خان محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان
محشی: مولانا عبدالمصطفیٰ رضا عطاری

ادب ۴۲: سنت یوں ہے کہ پہلے اپنے نفس کیلئے دعا مانگے ، پھر والدین ودیگر اہل اسلام کو شریک کرے۔

قولِ رضا: سعید بن یسار کہتے ہیں، میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا کہ ایک شخص کو یاد کر کے میں نے اس کیلئے دعائے رحمت کی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا! ''پہلے اپنے نفس سے ابتداء کر'' رواہ ابن ابی شیبہ۔

امام نخعی فرماتے ہیں:

''جب دعا کرے، اپنے نفس سے ابتداء کرے،
تجھے کیا خبر کہ کونسی دعا قبول ہو جائے''

صحاح میں ثابت کہ حضور سرور عالم ﷺ جب کسی کے لئے دعا فرماتے ، اپنے نفسِ نفیس سے ابتداء فرماتے اور بارہا حضور اقدس ﷺ سے اس کا خلاف بھی ثابت۔

امام بدرالدین زرکشی حواشی ابن الصلاح میں یوں تطبیق دیتے ہیں کہ اپنے اور دوسرے کے لئے ایک ہی بات کی دعا کرے، تو اپنے نفس سے ابتداء کرے مثلاً:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ (۸۸) اور اگر مدعائے غیر غیر ہو تو اختیار ہے۔ جیسے: اَللّٰھُمَّ اَشْفِ فُلَاناً وَاغْفِرْلِی (۸۹) یا اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ وَاقْضِ دَین فُلَانٍ ٥ (۹۰)

شرح قصیدۂ بُرہانیہ میں ہے کہ دعا میں اپنے نفس پر بھائی مسلمانوں کو مقدم رکھے۔ مگر یہ مرتبہ ایثار کا ہے؛ حدیث میں ہے:

''جب بندہ اپنے بھائی مسلمان کے لئے دعا کرتا ہے''

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لبیک ''اے میرے بندے! اور میں پہلے تجھ سے شروع کروں گا''

اس سے بڑھ کر کیا فضیلت ہوگی اور اجابت (۹۱) میں اس سے بدایت ہوگی، تو مقامِ ایثار مقامِ عالی وشریف ہے۔ یہ لکھ کر اخیر میں اختیار دے دیا کہ فَاِنْ شَاءَ بَدَءَ بِنَفْسِہٖ وَاِنْ شَاءَ بدأ بِغَیْرِہٖ اِنْتَھٰی (۹۲)

علامہ شہاب خفاجی مصری نسیم الریاض میں فرماتے ہیں۔ ان اقوال میں یوں جمع کر سکتے ہیں کہ ہر امر کے لئے ایک مقام جداگانہ ہے اور ہر شخص کے لئے اس کی نیت۔ انتہیٰ

میں کہتا ہوں: (یعنی شارح امام احمد رضا فرماتے ہیں)

ظاہراً ایثار خواص ہے اور عوام کو تقدیم نفس ہی مناسب ولہٰذا شارع ﷺ سے کہ عام کے لئے تشریع فرماتے ، اکثر یہی منقول بلکہ فقیر کے خیال میں نہیں کہ حضور اقدس ﷺ سے دعا میں اپنے نفسِ اقدس کو اوروں سے مؤخر رکھنا ثابت ہو۔ ہاں دعا للغیر پر اقتصار بارہا ہوا ہے اور حدیث صحیح اِبدء بِنَفْسِکَ ثُم بِمَنْ

(ماخوذ از: اَحسَنُ الوِعَاءِ لِاٰدَابِ الدُّعَاءِ مع شرح ذَیْلُ المُدَّعَا لِاَحسَنَ الوِعَاءِ)

تَعَوَّلَ (۹۳) سے بھی اس معنی پر استدلال کر سکتے ہیں۔شرعِ مطہر میں حقِّ نفس حق غیر پر بیشک مقدم۔ واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

ادب ۴۳: حتیٰ الوسع اوقات واماکنِ اجابت کی رعایت کر (۹۴)

ادب ۴۴: آمین پر ختم کرے کہ دعا کی مہر ہے۔

﴿قولِ رضا: اور سننے والے کو بھی آمین کہنا چاہیے۔

اِستانا بِسُنَّةِ هَارُوْنَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فَاِنَّ مُوسٰى كَانَ يَدْعُوْ وَهَارُوْنَ يُؤْمِنُ كَمَافِي الْحَدِيْثِ عَنْهُ صَلَّى اللّٰهُ تعالیٰ علیه وعلیهما وسلم (۹۵)﴾

ادب ۴۵: بعدِ فراغ دونوں ہاتھ چہرے پر پھیرے کہ وہ خیر و برکت جو بذریعہ دعا حاصل ہوئی اشرف الاعضاء یعنی چہرے سے مُلاقی ہو (۹۶)

ادب ۴۶: اللہ جل جلالہ کے سعتِ رحمت وصدقِ وعدہ اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (۹۷) پر نظر کر کے استجابتِ دعا پر یقین کامل رکھے، (۹۸) کہ کریم سائل کو محروم نہیں پھیرتا، حدیث میں ہے:

اُدْعُوْا اللّٰهَ وَاَنْتُمْ مُوْقِنُوْن بِالْاِجَابَة ''اللہ تعالیٰ سے دعا کرو اس حال پر کہ تمہیں اجابت کا یقین ہو'' (۹۹)

جو دعا کرے اور یہ سمجھے کہ میری دعا کیا قبول ہوگی۔اس کی دعا مقبول نہ ہوگی: قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: اَنَا عِنْدَظَنِّ عَبْدِي(۱۰۰)

اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ دعا کے وقت اپنا گناہ یاد نہ کرے کہ اس کا خیال یقینِ اجابت میں خلل ڈالے گا اور طاعت کو بھی بطور استحقاق نہ یاد کرے کہ عُجب وناز میں مبتلا کرے گا اور تضرّع (۱۰۱) و شکستگی میں مُخِل ہوگا۔

ادب ۴۷: دعا کرتے کرتے ملال نہ لائے۔ بلکہ نشاطِ قلب کے ساتھ عرض کرے۔ فَاِنَّ اللّٰهَ لَايَمَلُّ لَاتَمَلُّوْا۔(۱۰۲)

قولِ رضا: وَفِيْ لَفْظِ لَايَسْئَامُ حَتّٰى تَسْئَمُوْا وَالْمَوْلٰى سُبْحٰنَهٗ وَتَعَالٰى مُنَزَّهٌ عَنِ الْمَلَالَةِ وَالسَّامَةِ وَاِنَّمَا هُوَ مِنْ بَابِ الْمُشَاكَلَةِ(۱۰۳)﴾

اشاریہ تشریحات

(۸۸) اے اللہ عزوجل! میری اور میرے والدین کی بخشش فرما،

(۸۹) اے اللہ عزوجل! میرے فلاں بھائی کو شفا دے اور میری بخشش فرما،

(۹۰) اے اللہ عزوجل! مجھ پر رحم فرما اور میرے فلاں بھائی سے قرض کا بوجھ اتار دے۔

(۹۱) قبولیت

(۹۲) اگر چاہیں تو دعا میں اپنے آپ سے شروع کیجئے اور اگر چاہیں تو اپنے دوسرے بھائی سے ابتداء کیجئے۔

(۹۳) اپنے آپ سے ابتداء کیجئے پھر وہ جو آپ کی کفالت میں ہیں۔

(۹۴) یعنی جن جن اوقات ومقامات سے متعلق احادیث یا اقوالِ بزرگانِ دین رحمہم اللہ اجمعین سے منقول کہ ان اوقات یا مقامات میں مولیٰ تعالیٰ کا خاص فضل وکرم اپنے بندوں کے شامل حال رہتا ہے ان اوقات و مقامات کی رعایت کرتے ہوئے ان میں اپنے رب عزوجل کے حضور دعا کرے۔ان اوقات ومقامات کو جاننے کیلئے اسی کتاب میں تیسری اور چوتھی فصل کا مطالعہ فرمائیے۔

(۹۵) ہارون علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت پر عمل کرتے ہوئے کہ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام دعا فرماتے تھے اور ہارون علیہ السلام آمین کہتے تھے جیسا کہ حدیث پاک میں ہمارے آقا ﷺ سے منقول ہے۔ (۹۶) یعنی مَس ہو۔

(۹۷) مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔سورۃ المؤمن ، آیت ۶۰، ترجمہ کنز الایمان۔

(۹۸) یعنی یہ یقین رکھے کہ میرا پروردگار ضرور میری دعا قبول فرمائے گا۔

(۹۹) قبولیت (۱۰۰) میں اپنے بندے کے گمان سے نزدیک ہوں،

(۱۰۱) عاجزی وانکساری

(۱۰۲) بیشک اللہ عزوجل ملال سے پاک ہے، تم بھی اپنے آپ کو ملال میں مبتلا نہ کرو۔

(۱۰۳) ایک روایت میں لفظ یوں ہے ''لایسام حتی تسامو ا'' یعنی اللہ تعالیٰ ملول نہیں ہوتا یہاں تک کہ تم ملال نہ کرو اور وہ پروردگار تو ملال سے پاک ' منزہ ومبرہ ہے اور یہ جو اس کی طرف نسبت کی گئی یہ مُشاکلہ کے باب سے ہے۔

﴾قسط دوم﴿

اسلام اور سائنس

قرآن کریم اور کیمیکل کی دریافت

مولانا کوثر امام قادری *

زیتون کے تیل کے سلسلے میں جدید محققین لکھتے ہیں:

''یہ ایک مؤثر دوا اور بہترین غذا ہے گردوں کے امراض میں جہاں نائٹروجن والی غذائیں دینا مناسب نہیں ہوتا وہاں زیتون بہترین غذا ہے، یہ سوزش والی جگہوں کو تسکین دیتا ہے، آنتوں کی جلن کو کم کرتا ہے، پیٹ کو ملائم کرتا ہے، اور جب بچوں کو کئی دن اجابت نہ ہو تو اس میں تیل حقنہ کرنا آنتوں کو نرم کرنے کے ساتھ فضلہ کو تکلیف کے بغیر نکال دیتا ہے۔ اس عمل میں یہ گلیسرین سے زیادہ مفید اور مؤثر ہے''۔

کلام ربانی میں ''کدو'' کا ذکر بھی حضرت یونس علیہ السلام کے واقعہ کے ضمن میں ہوا چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وإنَّ يُونُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ○ إِذْ أَبَقَ إِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ○ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ○ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ ○ فَلَوْلَا إِنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ○ لَلَبِثَ فِي بَطْنِهِ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ○ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ ○ وَأَنْبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِنْ يَقْطِيْنٍ ○ (الصّٰفّٰت: ۱۳۹ تا ۱۴۶)

''اور بیشک یونس پیغمبروں سے ہے جب کہ بھری کشتی کی طرف نکل گیا، تو قرعہ ڈالا تو ڈھکیلے ہوؤں میں ہوا، پھر اسے مچھلی نے نگل لیا اور وہ اپنے آپ کو ملامت کرتا تھا تو اگر وہ تسبیح کرنے والا نہ ہوتا تو ضرور اس کے پیٹ میں رہتا جس دن تک لوگ اٹھائے جائیں گے۔ پھر ہم نے اسے میدان میں ڈال دیا اور وہ بیمار تھا اور ہم نے اس پر ''کدو'' کا پیڑ اگایا''۔ (کنزالایمان)

آیت مذکورہ میں کدو کا ذکر آیا ہے، کدو بلاشبہ اللہ کی بڑی ہی عجیب و غریب نعمت ہے، سب سے پہلے ہم آیت مبارکہ کا بیک گراؤنڈ ملاحظہ کریں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی قوم سے عذاب کا وعدہ کیا تھا، اس میں تاخیر ہوئی تو آپ ان سے چھپ کر نکل گئے اور آپ نے دریائی سفر کا قصد کیا، کشتی پر سوار ہوئے، دریا کے درمیان میں کشتی ٹھہر گئی اور اسکے ٹھہرنے کا کوئی ظاہری سبب موجود نہ تھا، ملاحوں نے کہا اس کشتی میں کوئی اپنے آقا سے بھاگا ہوا غلام ہے قرعہ اندازی سے معلوم ہو جائے گا، قرعہ ڈالا گیا تو آپ ہی کا نام نکلا تو آپ نے فرمایا میں وہی غلام ہوں پھر آپ پانی میں ڈال دیئے گئے، کیونکہ دستور یہی تھا کہ جب تک بھاگا ہوا غلام دریا میں ڈال نہ دیا جائے اس وقت تک کشتی چلتی نہ تھی، آپ چالیس روز مچھلی کے شکم میں رہے تو آپ نے لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین پڑھا تو مچھلی نے باہر لا کر آپ کو اگل دیا، شکم میں رہنے کے سبب آپ بالکل کمزور اور نازک ہو گئے تھے، جسم مبارک کی کھال بالکل نرم ہو گئی تھیں پس دھوپ سے بچانے کیلئے اور مکھیوں سے حفاظت کیلئے ''کدو'' پیدا کیا گیا، یہ واضح رہے کہ کدو معجزاتی کدو تھا کیونکہ وہ قد والے درختوں کی طرح شاخ رکھتا تھا۔

بزرگانِ دین نے کدو کی سبزی پسند فرمائی ہے اور کیونہ ہو کہ خود تاجدار کائنات فخر عالم ﷺ نے اسے لبہائے اقدس سے لگا کر اس کی عزت کو بلندی عطا فرمائی ہے، تبرکاً اس باب کی دو حدیثیں

*(استاد مدرسہ فخر العلوم ہرسوتی بازار، مہراج گنج، یوپی)

یہاں نقل کی جاتی ہیں:

عَنْ حَكِيمِ ابْنِ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ ابِيْهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَرَأَيْتُ عِنْدَهُ دبّاء يَقْطَعُ فَقُلْتُ مَاهٰذَا قَالَ نَكْثِرُ بِهٖ طَعَامَنَا۔ (رواہ الترمذی)

حضرت حکیم ابن جابر رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا جب میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو میں نے آپ کے پاس کدو دیکھے جنہیں آپ کاٹ رہے تھے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ہم اس کے ذریعے کھانا زیادہ کرتے ہیں:

قَالَ اَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَتَتَبَّعُ الدَّبَاءَ حَوْلَ الْقَصْعَةِ فَلَمْ اَزَلْ اَحَبُّ الدَّبَاءَ مِنْ يَوْمَئِذٍ

''حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ پیالوں کے کناروں سے کدو تلاش کر رہے تھے، میں اس دن سے مسلسل کدو پسند کرتا ہوں''

سرکار دو عالم ﷺ نے دو وجہوں کے بنا پر کدو پسند فرمایا

اول؛ کدو نے حضرت یونس علیہ السلام کی خدمت کا فریضہ انجام دیا۔

دوم؛ اس کے اندر حیاتین کافی مقدار میں پائی جاتی ہے جو صحت کے لئے نفع بخش ہے جدید محققین نے کدو کے اندر حسب ذیل کیمیاوی اجزاء دریافت کیا ہے:

پروٹین	Protiens	کاربوہائیڈریٹ	CarbohyDrates
کلورائڈ	Chloride	سوڈیم	Sodium
پوٹاشیم	Potassium	کیلشیم	Calcium
مگنیشیم	Magnesium	آئرن	Iron
کاپر	Copper	فاس فورس	Phos Phorus

ماہرینِ نباتات کا خیال ہے:

لوکی (کدو) ایک نہایت مفید ترکاری ہے جس میں عمدہ قسم کا Pectin ہوتا ہے جو معدہ اور ہاضمہ کیلئے فائدہ مند ہے کیمیاوی اعتبار سے لوکی دوسری ترکاریوں سے بہتر ہے کیونکہ اس میں وٹامن ''بی'' اور وٹامن ''سی'' کے علاوہ متعدد دھاتیں اور نفع بخش کیمیاوی اجزاء ملتے ہیں لوکی کی تاثیر سرد ہے، یہ پیشاب آور ہونے کے ساتھ ساتھ صفراوی کیفیت کو ختم کرتی ہے اور مزاج میں چڑچڑاپن کو دور کرتی ہے لوکی کے عرق کو لیموں میں ملا کر چہرے پر لگانے سے مہاسے دور ہو جاتے ہیں تیل میں ابلی ہوئی لوکی وجع المفاصل (گٹھیا) کا علاج ہے اس کے بیجوں کا تیل سر کے درد میں فائدہ کرتا ہے۔

اللہ کے نیک بندے اپنے رب کے فضل کی بناء پر جب جنت میں داخل ہوں گے تو انہیں قسم قسم کی نعمتوں سے نوازا جائے گا۔ ان ہی انعامات میں سے ایک نعمت کا ذکر کرتے ہوئے قرآن میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَيُسْقَوْنَ فِيهَا كَأْساً كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا (سورۃ الدھر، آیت نمبر ۱۸)

''اور اس میں وہ جام پلائے جائیں گے جس کی ملونی ادرک ہوگی وہ ادرک کیا ہے جنت میں ایک چشمہ ہے جسے سلسبیل کہتے ہیں'' (کنز الایمان)

یعنی جنتیوں کو جو پانی پلایا جائے گا اس میں نہر سلسبیل کے پانی کی آمیزش ہوگی اور نہر سلسبیل کے پانی کی لذت ادرک کی سی ہے چنانچہ صاحب جلالین نے فرمایا:

"إِنَّ مَاءُ هَاكَالزَّ نْجَبِيْلِ الَّذِى تَسْتَلِذُّبِهِ الْعَرَبُ سَهْلَ الْمَسَاغِ فِى الْحَلْقِ"

مطلب یہ ہے کہ اس کا پانی اس ادرک کی طرح ہے جس سے اہل عرب لطف اندوز ہوتے ہیں جو حلق میں نہایت خوشگوار معلوم ہوتا ہے گویا کہ نہر سلسبیل کے پانی کی لذت کو ادرک کی لذت سے تشبیہ دی گئی ہے جنتی لذت کو ادرک سے تشبیہ دینے کا مطلب ہے کہ ادرک کوئی بڑی انمول نفع بخش چیز ہے تو آیئے ذرا اس کے سود مندی کے اسباب پر غور کریں۔ (باقی آئندہ)

﴿سلسلہ وار﴾

معارف اسلاف

ابراھیم دھان مکی کا خاندان
اور
فاضل بریلوی

محمد بہاء الدین شاہ*

حضرت شیخ احمد دھان حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء کو مکہ مکرمہ میں وفات پائی اور جنت المعلیٰ قبرستان میں آسودۂ خاک ہوئے (۵۳)۔ فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ احمد دھان رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان ملاقات نہیں ہوئی، آپ کی وفات کے تقریباً ایک سال بعد یعنی ۱۲۹۵ھ میں فاضل بریلوی نے پہلا سفر حجاز اختیار کیا۔

(۴) جسٹس مکہ مکرمہ شیخ اسعد دھان
رحمۃ اللہ علیہ (م-۱۳۴۱ھ)

شیخ اسعد بن علامہ احمد بن اسعد بن احمد بن فھامہ تاج الدین بن احمد بن فقیہ امام ابراہیم بن عثمان بن عبد النبی بن عثمان بن عبد النبی دھان مکی حنفی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۸۰ھ/۱۸۶۴ء کے بعد مکہ مشرفہ میں پیدا ہوئے آپ شیخ احمد دھان کے بڑے فرزند ہیں آپ نے قرآن مجید حفظ کیا اور فن تجوید سیکھ کر اس میں کمال حاصل کیا پھر مسجد حرام میں بارہا نماز تراویح کی امامت فرمائی۔ آپ طلبِ علم میں مشہور تھے۔ شیخ اسعد دھان نے مدرسہ صولتیہ (۵۴) و مسجدِ حرام نیز بلدِ حرام کے جملہ علماء و مشائخ عظام سے تعلیم پائی۔ علامۂ جلیل مولانا رحمۃ اللہ کیرانوی مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ (۵۵) کے حلقہ درس میں پہنچے اور آپ سے نحو، صرف، تفسیر، حدیث، فقہ، اصولِ فقہ، توحید، منطق، حساب، معانی بیان، ہندسہ وغیرہ علوم پڑھے۔ نیز مولانا کیرانوی کے شاگرد مولانا حضرت نور افغانی پشاوری مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ (۵۶) کی خدمت میں باقاعدگی سے حاضر رہے اور آپ سے متعدد علوم اخذ کیئے۔ مولانا اسمٰعیل نواب رحمۃ اللہ علیہ (۵۷) سے منطق اور تصوف کے علوم پڑھے۔ علامہ عبد الحمید داغستانی شروانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (۵۸) سے حدیث کی کتاب ترمذی شریف اور مفتی احناف شیخ عبد الرحمٰن سراج مکی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (۵۹) سے تفسیر پڑھی۔ علاوہ ازیں حافظ عبد اللہ ہندی رحمۃ اللہ (۶۰) اور مفتی شافعیہ شیخ الاسلام علامہ سید احمد بن زینی دحلان شافعی رحمۃ اللہ علیہ (۶۱) کی شاگردی اختیار کی نیز شیخ حسین جسر طرابلسی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۲۷ھ) اور علامہ سید محمد ابو النصر خطیب دمشقی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ حرمین شریفین وارد ہونے والے علماء و مشائخ سے استفادہ کیا (۶۲)۔ شیخ اسعد دھان رحمۃ اللہ علیہ نے کثیر علوم میں مہارتِ تامہ حاصل کی پھر مسجدِ حرام میں مدرس تعینات ہوئے جہاں خلقِ کثیر آپ سے فیضیاب ہوئی اور جم غفیر نے نفع پایا۔ (۶۳)

شیخ اسعد دھان مشہور علمائے مکہ میں سے تھے۔ قد کوتاہ، جسم نحیف اور داڑھی گھنی تھی، علماء کا وقار اور ہیبت آپ کی شخصیت سے عیاں تھے۔ زہد و ورع اور اخلاص میں اپنے بھائی حضرت شیخ

*(ناظم: بہاء الدین ذکریا لائبریری، چکوال)

عبدالرحمٰن دھان رحمۃ اللہ علیہ سے کمتر نہ تھے لیکن آپ حصول علم کی غرض و غایت، اس کی اشاعت اور عبادت کے لیئے گوشہ نشینی تک محدود خیال نہ فرماتے بلکہ آپ عالم دین کے لئے عملی زندگی کے معرکوں میں شرکت اور امت کی فلاح و بہبود کے لئے روبہ عمل ہونے کو ضروری سمجھتے تھے۔ لہٰذا آپ علم کی خدمت کے ساتھ ساتھ حکومت کی جانب سے مختلف اہم عہدوں کی سونپی گئی عظیم ذمہ داریوں کو بھی پورا فرماتے، جو آپ کی صلاحیت و اہلیت کے پیش نظر آپ کے سپرد کی جاتیں (۶۴)۔ چنانچہ گورنر مکہ مشرفہ سید حسین بن علی (۶۵) نے آپ کو شرعی مقدمات بنٹانے والے نائب کا معاون اور مجلسِ تعزیرات شرعیہ کا رکن مقرر کیا۔ نیز گورنر نے آپ کو شرعی عدالت میں نیابت کی ذمہ داری سنبھالنے کو کہا لیکن شیخ اسعد دھان نے معذرت کر دی اور یہ منصب قبول نہیں کیا۔ علاوہ ازیں آپ معلمین سے متعلق معاملات کی چھان بین کرنے والے ادارے ہیئۃ مجلس تدقیقات امور المطوفین (۶۶) کے صدر رہے، قبل ازیں آپ کے چچا شیخ محمد دھان رحمۃ اللہ علیہ اس ادارہ سے وابستہ رہ چکے تھے (۶۷)۔ شیخ اسعد دھان رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۳۷ھ (۶۸) میں مکہ مکرمہ شہر کے جج بنائے گئے۔ لیکن ان تمام تر مصروفیات کے ساتھ آپ مسجد حرام میں واقع مدرسہ سلیمانیہ میں درس دیتے۔ گورنر مذکور نے تدریس کے لیئے آپ کا وظیفہ مقرر کر رکھا تھا۔ آپ صبح و شام باب سلیمانیہ کے برآمدہ میں حلقۂ درس منعقد کرتے جس میں بالعموم علماء اور ممتاز طلباء شرکت کیا کرتے۔ آپ نے ہمہ جہت مشاغل کے باوجود تدریس کا یہ سلسلہ کبھی منقطع نہیں کیا (۶۹)۔ عمر عبدالجبار مکی (۷۰) نے آپ کے حلقۂ درس میں شرکت کی پھر آپ کے خطاب کا نمونہ اپنی کتاب میں درج کیا۔ شیخ اسعد دھان نے تمام ذمہ داریاں پوری تندہی، اخلاص اور زیرکی سے نبھائی اور مشکلات کے حل کرنے میں پوری لیاقت، دانائی اور دشمنوں کو ساتھ لے کر چلنے کے سلیقہ سے کام لیا۔ (۷۱)

حوالہ جات

(۵۴) مدرسہ صولتیہ کی تاریخ اور خدمات پر ام القریٰ یونیورسٹی مکہ مکرمہ کے طالب علم عبدالعزیز سلیمان عوض الفقیہ نے مقالہ بعنوان "المدرسة الصولتية بمكة المكرمة……دراسة تاريخية وصفية ۱۲۹۲ھ — ۱۴۱۲ھ لکھ کر ۱۴۱۵ھ میں اس پر ایم فِل کی ڈگری حاصل کی۔ (معجم الف عن مكة، ڈاکٹر عبدالعزیز بن راشد سنیدی طبع اول ۱۴۲۰ھ / ۱۹۹۹ء، ص ۳۲۲)

(۵۵) مولانا محمد رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۰۸ھ/۱۸۹۱) نے تحریک آزادی ہند میں حصہ لیا، مدرسہ صولتیہ کی بنیاد رکھی، عیسائیت شیعت وہابیت کے تعاقب میں سرگرم رہے۔ علامہ سید احمد دحلان مکی مدنی شافعی اور استنبول میں واقع خلافت عثمانیہ سے وابستہ اکابر علمائے کرام نیز خلیفہ عثمانی کی خواہش پر عربی زبان میں عیسائیت کے تعاقب میں عظیم کتاب ''اظہار الحق''، لکھی جس کے متعدد ایڈیشن شائع ہوئے۔ ریاض یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر محمد احمد ملکاوی نے اس کتاب پر تحقیق و تخریج کا کام کیا جسے سعودی حکومت کے قائم کردہ دارالافتاء ریاض نے ۱۴۱۰ھ/ ۱۹۸۹ء میں چار جلدوں میں طبع کرا کے مفت تقسیم کیا۔ پھر ڈاکٹر ملکاوی نے ہی اس کا خلاصہ ''مختصر کتاب اظہار الحق'' کے نام سے تیار کیا جسے ۱۴۱۶ھ میں سعودی وزارت اوقاف نے ایک جلد میں طبع کرا کے تقسیم کیا۔ مولانا کیرانوی کے حالات اردو و عربی کی متعدد کتب میں طبع ہو چکے ہیں۔ مولوی محمد سلیم کیرانوی نے آپ کے حالات پر عربی میں مستقل کتاب ''اکبر مجاهد فی التاریخ''، لکھی جو مطبوع ہے

(۵۶) مولانا حضرت نور افغانی رحمۃ اللہ علیہ (م-۱۳۲۱ھ/۱۹۰۳ء) نے مفتی حیدر آباد مولانا لطف اللہ علی گڑھی رحمۃ اللہ علیہ (م-

۱۳۳۴ھ)اور حافظ عبدالقدوس پنجابی سے تعلیم پائی۔ ۱۲۹۱ھ میں مکہ مکرمہ ہجرت کر گئے جہاں مولانا رحمت اللہ کیرانوی کی شاگردی اختیار کی پھر مدرسہ صولتیہ و مسجد حرام میں مدرس تعینات ہوئے اور خلق کثیر آپ سے فیض یاب ہوئی۔ آپ نے مکہ مکرمہ میں وفات پائی۔ (مختصر نشر النور، ص ۵۰۳-۵۰۴، نظم الدرر، ص ۲۱۴) تقدیس الوکیل پر آپ کی تصدیق موجود ہے۔

(۵۷) مولانا اسمٰعیل کابلی اپنے والد ملا نواب کابلی (م ۱۳۱۰ھ) کے ہمراہ ہجرت کر کے مکہ مکرمہ پہنچے جہاں اپنے والد کے علاوہ دیگر علماء سے تعلیم حاصل کی۔ شیخ ابراہیم رشید ادریسی مکی (م-۱۲۹۱ھ) سے سلوک کی منازل طے کیں نیز علامہ سید محمد بن ناصر حسینی یمنی (م-۱۲۸۳ھ) سے اخذ کیا۔ مولانا اسمٰعیل نے مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ آپ کی ایک عربی تصنیف ''مناقب ابراہیم الرشید'' کے دو مخطوطات مکتبہ حرم مکی میں اور ایک مخطوطہ دارالکتب ظاہریہ دمشق میں موجود ہیں۔ (الاعلام، ج۱، ص۴۴، معجم مؤلفی مخطوطات مکتبۃ الحرم المکی الشریف، ص ۲۷۴، نشر الدرر، ص ۱۸)

(۵۸) العلامۃ المتبحر الفقیہ الکبیر صاحب الحاشیۃ علی تحفۃ ابن حجر شیخ عبدالحمید داغستانی مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۳ء) آپ الامام الکبیر جشن میلاد النبی ﷺ پر چند اہم کتب کے محشی شیخ الازہر شیخ ابراہیم باجوری مصری رحمۃ اللہ علیہ (م-۱۲۷۷ھ) کے شاگردِ خاص ہیں۔ شیخ عبدالحمید داغستانی کے اہم شاگردوں میں حسام الحرمین کے مقرظ مفتی شیخ عبدالکریم داغستانی مکی (م-۱۳۳۸ھ)، علامہ سید سلطان داغستانی مکی (م ۱۳۲۶ھ)، شیخ جعفر داغستانی مکی (م-۱۳۱۲ھ)، شیخ سلیمان فقیہ مکی شافعی (م-۱۳۱۵ھ)، شیخ عبداللہ خضری مکی شافعی (م-۱۳۲۷ھ)، شیخ عبدالوہاب بصری مکی شافعی (م ۱۳۲۲ھ) اور شیخ محمد بن سلیمان حسب اللہ مکی شافعی (م-۱۳۳۵ھ) رحمہم اللہ تعالیٰ شامل ہیں (تشنیف الاسماع، ص ۳۳۵-۳۳۶) سیر وتراجم، ص ۱۱۶، ۲۱۲، مختصر نشر النور، ص ۱۵۶، ۲۰۶، ۲۰۹، ۲۷۹، ۲۹۳، ۳۴۴، ۴۱۹)

(۵۹) مفتی احناف شیخ عبدالرحمٰن سراج مکی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۱۴ھ) نے قاہرہ مصر میں وفات پائی۔ مکتبہ حرم مکی میں مخطوطات کی شکل میں آپ کی حسب ذیل تصنیفات موجود ہیں: فتویٰ عمن دخل والامام یصلی الفجر ھل یرکع رکعتی السنۃ ۳۸۰۱، سھام الاصابۃ فی تحقیق لفظ الصحابۃ ۳۸۰۱، فتویٰ حول الوقف ۳۸۰۳، فتاویٰ فقہیۃ ۳۹۵۰، فتویٰ عن العدۃ ۳۰۸۳۔ آپ کے چند اور شاگردوں کے اسماء گرامی یہ ہیں: مسجد حرام کے امام خطیب مدرس قاضی طائف شیخ عبدالرحمٰن عجیمی مکی حنفی (م-۱۳۰۱ھ)، امام و مدرس مسجد حرام شیخ احمد اسماعیل حنفی، شیخ خلیل جبرتی حنفی نزیل مکہ مکرمہ، قاضی طائف شیخ عبدالقادر فتنی مکی حنفی (م-۱۳۲۵ھ)، مکتوبات مجدد کے محشی و ناشر مولانا نور احمد پسروری ثم امرتسری (م-۱۳۴۸ھ)، مولانا احمد الدین چکوالی سیالوی اور مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمہم اللہ تعالیٰ۔ (اعلام الحجاز فی القرن الرابع عشر للھجرۃ، محمد علی مغربی (م-۱۹۹۶ء) ج ۳، طبع اول ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء مطبع مدنی قاہرہ، ص ۳۳۹-۳۷۲، معجم مؤلفی مخطوطات مکتبۃ الحرم المکی الشریف، ص ۳۰۵، مختصر نشر النور، ص ۲۴۳-۲۴۴، ودیگر صفحات، نظم الدرر، ص ۱۸۳-۱۸۴، و دیگر صفحات، نزھۃ الخواطر، ج ۸، ص ۳۹۴، سالنامہ معارف رضا، کراچی شمارہ ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸ء، ص ۱۶۵-۱۸۱)

(۶۰) حافظ عبداللہ بن مولانا حسین ہندی مکی (م-۱۳۱۰ھ-۱۸۹۲ء) نے مولانا رحمت اللہ کیرانوی سے مختلف علوم وفنون میں تعلیم پائی پھر مسجد حرام میں مدرس تعینات ہوئے۔ آپ ذہین وفطین تھے متعدد کتب کے متون حفظ تھے۔ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے اور تقریباً ۳۴ برس کی عمر میں وبائی مرض کے باعث مکہ مکرمہ میں ہی شہادت پائی۔ (مختصر نشر النور، ص ۱۶۳-۱۶۴، نظم الدرر، ص ۱۹۹)

(۶۱) علامہ سید احمد بن زینی دحلان شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م-۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء) تصنیف و تالیف، درس و تدریس اور اعلیٰ مناصب، ہر اعتبار سے علماء مکہ کے سرتاج تھے۔ عرب وعجم کے لاتعداد اکابر علماء نے آپ سے استفادہ کیا اور آپ سے روایت حدیث میں اسناد

حاصل کیں۔ برصغیر سے تعلق رکھنے والے آپ کے بعض اہم تلامذہ کے نام یہ ہیں :مولانا عبدالحلیم لکھنوی (م - ۱۲۱۵ھ) ، مولانا عبدالحیٔ لکھنوی (م-۱۳۰۴ھ)، مولانا نقی علی خان بریلوی (م-۱۲۹۷ھ) مولانا احمد رضا خان بریلوی(م-۱۳۴۹ھ)مولوی عبدالسلام ھسوی فتحپوری(م-۱۲۹۹ھ)،مولوی حسین علی فتحپوری(م -۱۲۸۴ھ)،مولوی ابراہیم آروی (م-۱۳۱۹ھ)،مولوی ذوالفقار احمد مالوی بھوپالی (م-۱۳۴۰ھ)،مولوی عبدالعزیز کشمیری لکھنوی، مولوی سید عبداللہ بلگرامی (م - ۱۳۰۵ھ) ، مولوی عبدالوہاب ویلوری مالاباری قادری (م-۱۳۳۷ھ)،مولوی قادربخش سھسرامی (م-۱۳۳۷ھ) مولوی محمد بن غلام رسول سورتی (م-۱۳۲۴ھ)، مولوی محمد حسین الہٰ آبادی (م-۱۳۲۲ھ)،مولوی محمد نعیم لکھنوی (م - ۱۳۱۸ھ)، مولوی نور احمد پسروری امرتسری ، مولوی نور احمد ڈھیانوی،(نزھۃ الخواطر،ج ۷،ج ۸،مختلف صفحات)

(۶۲) بلوغ الامانی،ص ۶۵

(۶۳) مختصر نشر النور،ص ۱۲۹-۱۳۰،نظم الدرر،ص ۱۶۷-۱۶۸

(۶۴) اہل الحجاز بعبقھم التاریخی،حسن عبدالحیٔ قزاز مکی (پ-۱۹۱۸ء)،طبع اول ۱۴۱۵ھ/ ۱۹۹۴ء مطابع مدینہ جدہ، ص ۲۵۸، سیروتراجم ، ص ۲۷،سالنامہ معارف رضا،شمارہ ۱۹۹۹ء،ص ۱۹۴

(۶۵) سید حسین بن علی ہاشمی (م-۱۳۵۰ھ/ ۱۹۳۱ء) خلیفہ عثمانی کی طرف سے ۱۳۲۶ھ سے ۱۳۳۴ھ تک مکہ مکرمہ کے گورنر ہے پھر مملکت ہاشمیہ حجاز قائم کر کے اس کے پہلے بادشاہ ہوئے ۔ اب آپ کی اولاد اردن پر حکمرانی کر رہی ہے ۔ اردون کا یہ شاہی خاندان آج بھی مسلک اہلسنّت و جماعت سے وابستہ ۔ چنانچہ ۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹ء کو اردن کی وزارت اوقاف کی طرف سے ملک کے دارالحکومت عمان کی شاہی مسجد شاہ عبداللہ اول شہید سے ملحقہ ہال میں مرکزی عید میلاد النبی ﷺ کانفرنس منعقد ہوئی جس کی صدارت شاہ اردن سید عبداللہ دوم نے کی نیز اس میں شاہی خاندان کے دیگر افراد اور حکومت کے اعلیٰ عہدیداران نے شرکت کی سعادت حاصل کی ۔ اگلے روز ملک کے کثیر الاشاعت اخبار نے اس کانفرنس سے متعلق خبر کو صفحہ اول کی ہیڈ لائن کے طور پر شائع کیا ۔ (الاعلام ، ج ۲، ص ۲۴۹-۲۵۰،روزنامہ الدستور (سن اجراء،۱۸۶۷ء) عمان شمارہ ۱۲/ربیع الاول ۱۴۲۰ھ/ ۲۵/جون ۱۹۹۹ء،ص اول)

(۶۶) سیروتراجم،ص ۲۷ اور پھر اس سے اخذ کر کے اہل الحجاز،ص ۲۵۸/ نیز معارف رضا ۱۹۹۹ء ،ص ۱۹۵/ پر اس ادارے کا نام ''ہَیئۃ تدقیقات شئون المؤظفین یعنی وظائف حاصل کرنے والوں کے حالات کی تحقیقات کا بورڈ'' درج ہے جو سیروتراجم کے کاتب کی غلطی ہے پھر نقل در نقل ہوتا چلا گیا۔نشر النور،ص ۱۲۹/نظم الدرر،ص ۱۶۸/ پر درست نام دیا گیا ہے۔

(۶۷) مختصر نشر النور،ص ۳۲۶،نظم الدرر، ۱۳۶

(۶۸) اہل الحجاز ،ص ۲۵۸/ پر کاتب کی غلطی سے آپ کے جج بنائے جانے کا سال ۱۳۳۷ھ کی بجائے ۱۳۷۷ھ درج ہے جبکہ مختصر نشر النور ،ص ۱۶۸، نظم الدرر،ص ۱۶۸/ نیز سیروتراجم ،ص ۲۷/ پر درست سال یعنی ۱۳۳۷ھ مذکورر ہے۔

(۶۹) سیروتراجم،ص ۲۷،مختصر نشر النور،ص ۱۲۹،نظم الدرر،ص ۱۶۸

(۷۰) عمر عبدالجبار مکی (م-۱۳۹۱ھ/ ۱۹۷۱ء) چودھویں صدی ہجری کے علماء مکہ کے اہم سوانح نگار تھے۔ آپ ہاشمی اور پھر سعودی عہد کے دوران مکہ مکرمہ میں مختلف اہم سرکاری مناصب پر تعینات رہے، ساتھ ہی ساتھ علم ادب سے وابستہ رہے اور علماء مکہ کے حالات پر مضامین قلمبند کیئے جو حجاز مقدس کے معاصر اخبارات ورسائل میں شائع ہوتے رہے پھر انہیں ''دروس من ماضی التعلیم وحاضرہ بالمسجد الحرام'' کے نام سے کتابی شکل دی جو ۱۳۷۹ھ میں قاھرہ سے طبع ہوئی ۔ بعدازاں اس کتاب میں مزید علماء مکہ کے حالات شامل کیئے اور یہ ''سیروتراجم بعض علمائنا فی القرن الرابع عشر للھجرۃ'' کے نام سے شائع ہوئی ۔ (الاعلام ، ج ۵،ص ۴۹، سیروتراجم ،ص ۱۷، آخری صفحہ،سالنامہ معارف رضا،شمارہ ۱۹۹۸ء،ص ۱۷۹)

(۷۱) سیروتراجم،ص ۲۷......۳۰، (جاری ہے)

معارف اسلاف

از: پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

برصغیر کے عظیم علمی، تبلیغی و تعلیمی خاندان کے روشن چراغ

حضرت علامہ مولانا الشاہ احمد نورانی صدیقی قادری میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا الشاہ احمد نورانی صدیقی ابن مبلغ اسلام حضرت علامہ الشاہ عبدالعلیم صدیقی قادری میرٹھی (المتوفی ۱۹۵۴ء) ابن مبلغ اسلام مولانا عبدالحکیم جوشؔ صدیقی قادری میرٹھی (المتوفی ۱۸۹۸ء/ ۱۳۲۲ھ) میرٹھ، بھارت میں ۱۷/ رمضان المبارک ۱۳۴۶ھ/ ۳۱/ مارچ ۱۹۲۶ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ۸/ سال کی عمر شریفہ میں قرآن کریم مع تجوید حفظ کرلیا تھا اور ۱۱/ سال کی عمر سے مسلسل ۲۰۰۳ء /۱۴۲۴ء تک تراویح میں قرآن شریف سناتے رہے۔ آپ نے شہر کراچی کے علاقے برنس روڈ کی جامع مسجد ''جناح'' میں مسلسل ۵۰/ سال تراویح میں قرآن شریف سنایا۔ مولانا نورانی نے قرآن کی تعلیم کے بعد شہر میرٹھ کے نیشنل عربک کالج سے گریجویشن کیا اور پھر مدرسہ اسلامیہ قومیہ میرٹھ سے سندِ فراغت حاصل کی۔ آپ نے دورۂ حدیث اس زمانے کے ممتاز ترین مدرسہ اور شیخ الحدیث مولانا غلام جیلانی میرٹھی المعروف بہ صدر صاحب (المتوفی ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۸ھ/ ۸ مئی ۱۹۷۳ء) سے مکمل فرمایا۔ اپنے والد ماجد سے بیعت بہ سلسلہ قادری حاصل کی اور والد ماجد سمیت کئی ممتاز پاک و ہند و عرب و عجم کے مشائخ عظام سے خلافت و اجازت حاصل کی اور پھر سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں ہزاروں لوگوں کو داخل فرمایا اور ہزاروں غیر مسلموں کو مشرف بہ اسلام فرمایا۔

مولانا نورانی ۱۹۵۰ء کی دھائی کے اوائل میں ہی پاکستان تشریف لے آئے اور اپنے والد ماجد کے ۱۹۵۴ء میں اچانک انتقال کے باعث عالمی تبلیغ کی ذمہ داری سنبھال لی جو زندگی کے آخری سال تک جاری رہی۔ آپ نے اس ۵۰/ سالہ تبلیغی مشن کے دوران دنیا کے تمام براعظموں اور لگ بھگ دنیا کے تمام ملکوں اور سینکڑوں بیرون ملک شہروں میں جاکر اسلام کے پیغام کو پہنچایا اور دنیا کی ۱۷/ زبانوں میں اسلام کے پیغام کو عام کرکے ۴۰/ ہزار سے زیادہ قادیانیوں کو مشرف بہ اسلام کیا اور ایک لاکھ سے زیادہ غیر مسلموں کو اسلام کی راہ سے ہمکنار کروایا۔

مولانا نورانی نے تبلیغی دوروں کے دوران دنیا کے مختلف شہروں میں سینکڑوں مساجد اور درجنوں مدارس قائم فرمائے۔ آپ ۱۹۷۶ء میں برطانیہ میں منعقد ہونے والی عالمی اسلامی کانفرنس میں ورلڈ اسلامک مشن کے صدر منتخب ہوئے اور اپنی حیات تک وہ اس کے صدر رہے اس دوران آپ نے اپنے والد ماجد کے لگائے ہوئے پودے کو بھرپور پروان چڑھانے میں اپنی تمام تر توانائی اور صلاحیتوں کو بروئے کار لائے اور پوری دنیا میں آپ ایک ممتاز ''عالمی مبلغ اسلام'' اور ''سفیر اسلام'' کے طور پر پہنچانے جاتے تھے۔

مولانا نورانی نے پاکستان میں قیام کے دوران ۱۹۵۳ء تا ۲۰۰۳ء پورے ۵۰/ سال گزارے اور اس ملک کی سیاست میں بھرپور حصہ لیا اور اپنا کردار ادا کیا۔ اس نصف صدی کی ملکی سیاست میں آپ کی گراں قدر خدمات ہیں جس پر میں سمجھتا ہوں کہ نہ صرف ایک بھرپور Ph.D کا مقالہ لکھا جاسکتا ہے بلکہ کئی مقالا جات مختلف

جہتوں سے لکھے جاسکتے ہیں یہاں صرف اختصار کے ساتھ چند اہم بنیادی کارناموں کا ذکر کیا جارہا ہے، ملاحظہ کیجئے:

۱۹۵۳ء......میں تحریک ختم نبوت اور ۱۹۵۶ء میں تدوین دستور کے لئے جدوجہد کرتے ہوئے قید بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔

۱۹۶۸ء ......میں باقاعدہ سیاست میں آئے اور JUP (سنِ تأسیس ۱۹۴۸ء) کی ازسرِ نو تنظیم میں بنیادی کردار ادا کیا،

۱۹۷۰ء......کے الیکشن میں کراچی سے قومی اسمبلی کا الیکشن لڑا اور بھاری اکثریت سے کامیاب ہوئے،

۱۹۷۲ء......میں پہلی مرتبہ قومی اسمبلی میں فتنہ مرزائیت کے خلاف کھل کر اور تفصیلی تقریر فرمائی،

۱۹۷۳ء......میں آپ JUP کے ملتان کے مرکزی اجلاس میں صدر منتخب ہوئے۔

۱۹۷۳ء......میں پیپلز پارٹی کی حکومت کے خلاف اپوزیشن کا متحدہ جمہوری محاذ کا قیام عمل میں لائے،

۱۹۷۳ء......میں ۳۰ر جون کے قومی اسمبلی کے اجلاس میں قادیانیوں اور لاہوری گروپ کو غیر مسلم قرار دینے میں نہ صرف پیش پیش رہے بلکہ اس مسودہ کی تیاری میں کلیدی کردار ادا کیا آپ کے ساتھ اس وقت قومی اسمبلی میں علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری (۱۴۱۰ھ/ ۱۹۸۹ء) اور سینیٹر مولانا مفتی محمد ظفر علی نعمانی صاحب (م-۱۴۲۴ھ/ ۲۰۰۳ء) بھی پیش پیش تھے۔

مولانا نورانی اور ان کے ہم مسلک رفقاء نے اس مسودہ میں مسلمان کی تعریف کے جو الفاظ لکھے وہ ملاحظہ کیجئے:

''مسلمان کے لئے لازم ہے کہ وہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو ہر لحاظ سے آخری نبی مانتا ہو''

مولانا نورانی صاحب کے اس عظیم کارنامہ پر تاریخ برصغیر قیامت تک ان کو ''امامِ تحریک اور دافعِ فتنۂ قادیانیت'' کے خطاب سے یاد کرتی رہے گی، اس عظیم خدمت کا اعجاز اور برکات تھیں کہ آقا و مولیٰ نبیِ آخر الزماں ﷺ کے اس غلام مرد مجاہد کو دنیا کے کسی خطہ میں بھی کوئی قادیانی کوئی زک نہ پہنچا سکا جبکہ ملک سمیت دنیا کے ہر گوشے میں آپ بغیر کسی مسلح محافظ کے ۴۰ر سال قادیانیوں کے خلاف مہم چلاتے رہے۔

۱۹۷۵ء......میں ورلڈ اسلامک مشن کے وفد کے ہمراہ جن میں مولانا عبدالستار خان نیازی (م-۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء) سید شاہ فرید الحق اور علامہ ارشد القادری (المتوفی ۱۵رصفر المظفر ۱۴۲۳ھ/۲۹ر اپریل ۲۰۰۲ء) شامل تھے دنیا کا طویل ترین تبلیغی دورہ کیا۔ اس دورے میں سوائے آسٹریلیا کے بقیہ تمام براعظموں کے مختلف ممالک میں تشریف لے گئے اور ایک لاکھ میل سے بھی زیادہ سفر فرمایا اس دوران ۶۰۰ سے زیادہ تقاریر مختلف زبانوں میں فرمائیں اور ہزاروں لوگوں کو مشرف بہ اسلام کیا۔

۱۹۷۶ء ...... میں تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ کے قیام کے سلسلہ میں پورے ملک کا طوفانی دورہ کیا اور اس کو مقبول فرمایا۔ اس دوران آپ پر قاتلانہ حملہ بھی کیا گیا مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو محفوظ رکھا، ملک میں شریعتی نظام کے قیام کی جدوجہد میں آپ نے قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔

۱۹۷۷ء تا ۱۹۸۸ء......مارشل لا کا دور تھا اس پورے دور میں آپ نے صدر ضیاء الحق کی ڈکٹیر شپ کا بھرپور مقابلہ کیا اور جمہوریت کی بحالی کیلئے ملک کی سیاست میں اہم کردار ادا کیا۔

۱۹۸۸ء تا ۱۹۹۹ء......آپ نے پارلیمنٹ سے باہر رہ کر جمہوریت کے فروغ کے لئے JUP اور مختلف محاذوں کے ساتھ ملکر اہم اور تاریخی خدمات انجام دیں۔

۱۹۹۹ تا ۲۰۰۳ء......نیم مارشل لاء کے خلاف اور آئین کی مکمل بحالی اور آئین کی اسلامی دفعات کی شقوں کے تحفظ کی خاطر عزیمت و ہمت کے ساتھ آپ آواز بلند رکھی، اس موقع پر عالمی سیاست اور

اسلام کے خلاف سازشوں کا مقابلہ کرنے کیلئے ماضی کے ان کے سیاسی مخالفین اور مسلکی معاندین بھی مجبور ہوگئے کہ وہ شاہ احمد نورانی کی قائدانہ صلاحیتوں سے بھرپور سیاسی فائدہ اٹھائیں۔ چنانچہ ان کی سربراہی میں ''قومی ملّی یکجہتی کونسل'' اور ''متحدہ مجلس عمل'' محاذ قائم ہوئے۔ علامہ نورانی کے اس عمل سے جہاں اغیار کو سیاسی فوائد ملے، وہیں بعض ان کے مخلصین اور محبین اہلسنّت کا ان سے اختلاف بھی ہوا ۲۰۰۳ء کے الیکشن میں آپ سینیٹر منتخب ہوئے۔ آپ ۸/دسمبر ۲۰۰۳ء کو سینیٹ کے ایک اجلاس کے سلسلے میں اسلام آباد گئے ہوئے تھے جہاں جمہوریت کی بحالی کے لئے حکومت سے مذاکرات جاری تھے اور وہ ۱۹۷۳ء کے آئین کا جس کی تیاری میں انہوں نے بنیادی کردار ادا کیا تھا، وہ اس کے جمہوری اور اسلامی اقدار کا دفاع کرتے ہوئے ۱۱/دسمبر ۲۰۰۳ء کو خالق حقیقی سے جا ملے اور اپنے تمام سیاسی ساتھیوں کو یہ سبق دے کر آگے چلے گئے کہ حق کی سربلندی کی خاطر صاحبانِ اقتدار کے سامنے نہ جھکنا نہ بکنا بلکہ اپنے پختہ کردار اور آہنی عزم سے اسلام کا اور آئینِ پاکستان کا دفاع کرتے رہنا، چاہے جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔

مولانا شاہ احمد نورانی کا علمی خاندان:

جد امجد: آپ کے دادا مولانا عبدالحکیم جوش صدیقی میرٹھی ۱۸۰۸ء میں میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ آپ اپنے زمانے کے ممتاز عالم دین، مبلغ اسلام اور شہرت یافتہ نعت گو شاعر تھے۔ آپ نے طویل عرصہ تک میرٹھ کی شاہی مسجد میں خطابت کا فریضہ انجام دیا اور رشد و ہدایت کا پیغام عام کیا، آپ کی ایک نعت کے چند اشعار ملاحظہ کریں:

خوش نصیب ایسی عطا ہوں میرے مولیٰ آنکھیں
دیکھیں جی بھر کے جمالِ شہہ بطحا آنکھیں
ہوں شرف جو زیارت سے رخِ انور کی
ایسی دے اپنی عنایت سے خدایا آنکھیں
آرزوئے درِ احمد میں جو بیتاب ہے جوش
شوق سے دیکھتی ہیں سوئے مدینہ آنکھیں

مولانا عبدالحکیم جوش میرٹھی کا انتقال ۱۸۹۸ء میں ہوا تھا اور انتقال سے ۶/سال قبل آپ کے گھر ۱۸۹۲ء میں آخری بیٹے عبدالعلیم صدیقی میرٹھی کی ولادت ہوئی جو شاہ احمد نورانی کے والد ماجد ہیں۔ آپ کا جب انتقال کا وقت قریب آیا تو آپ کی اہلیہ نے آپ سے استفسار کیا کہ یہ چھوٹا بچہ کیسے پرورش پائے گا تو آپ نے فرمایا کہ اس کی مشرق سے لے کر مغرب تک اور شمال سے لیکر جنوب تک عزّت و تکریم ہوگی، اللہ تعالیٰ اس کو مبلغ اسلام بنائے گا۔ چنانچہ وقت نے آپ کے الفاظ کو سچ ثابت کیا کہ آپ کے بیٹے شاہ مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی نے دنیا کے تمام براعظموں میں دین کی اشاعت کی اور اسلام کا عَلم بلند کر کے عزت و شہرت حاصل کی اور آپ نے ''براعظمی مبلغ اسلام'' کا منصب حاصل کیا۔ مولانا عبدالحکیم جوش صدیقی میرٹھی کے ۷/بیٹے اور ۷/بیٹیاں تھیں جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

۱- مولانا مختار احمد صدیقی میرٹھی یہ سب سے بڑے صاحبزادے تھے، آپ کی پیدائش ۱۲۹۴ھ میں ہوئی اور انتقال ۱۳۵۷ھ بمطابق ۱۹۳۸ء میں میرٹھ میں ہوا۔ آپ اپنے وقت کے ممتاز عالم دین اور ولی کامل تھے، آپ کو امام احمد رضا خان محدث بریلوی علیہ الرحمۃ سے بھی خلافت و اجازت حاصل تھی، آپ کے سب سے چھوٹے بھائی مولانا عبدالعلیم صدیقی نے آپ کے ہاتھ پر بیعت فرمائی تھی، آپ بھی اپنے والد کی طرح نعت گوئی میں ملکہ رکھتے تھے، آپ کی بھی ایک نعت کے چند اشعار ملاحظہ کریں۔

اللہ اللہ وہ جمالِ شہ بطحا دیکھو — نورِ حق جلوہ نما ہے رخِ زیبا دیکھو
اسمِ اللہ کا مظہر ہے وہ جمالِ احمد — قابلِ دید ہوں آنکھیں تو یہ جلوہ دیکھو
جن کو فردوس بریں کی ہو تمنا مختار — ان سے کہہ دو کہ چلو پہلے مدینہ دیکھو

۲-مولانا نذیر احمد صدیقی میرٹھی ؛ بمبئی میں قیام فرماتے تھے اور جامع مسجد میں امام وخطیب تھے، قائداعظم محمد علی جناح اکثر آپ سے مشورہ فرماتے تھے۔ قائداعظم کی اہلیہ رتن بائی نے آپ ہی کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا اور آپ ہی نے نکاح پڑھایا تھا۔ ۱۹۴۷ء میں قیام پاکستان کے بعد قائداعظم نے آپ کو اسپیشل فلائٹ سے حج پر بھیجا تھا، یہ حج آپ کا آخری سفر تھا حج کے دوران مدینہ منورہ میں انتقال ہوا اور آپ کو سیدنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قدموں میں جگہ ملی۔

۳-مولانا بشیر احمد صدیقی میرٹھی؛ خلافت تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، گرفتار بھی ہوئے اور افریقہ میں انتقال ہوا۔

۴-مولانا صدیق احمد میرٹھی ؛ اچھے شاعر تھے، پانی پت میں انتقال ہوا،

۵-جناب خلیل احمد صدیقی میرٹھی ؛ نعت گو شاعر،

۶-جناب حمید احمد صدیقی میرٹھی ، نعت گو شاعر،

۷-مولانا عبدالعلیم صدیقی قادری میرٹھی ؛ آپ ۱۴/ بھائی بہنوں میں سب سے چھوٹے تھے، آپ کی پیدائش ۱۵/ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء میں میرٹھ میں ہی ہوئی اور اپنے بھائی مولانا احمد مختار میرٹھی سے علم دین حاصل کیا، ان کے ہی ہاتھ پر سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے۔ امام احمد رضا سے خلافت و اجازت حاصل ہوئی اور پھر زندگی بھر آپ ''سفیر اسلام'' کی حیثیت سے تمام براعظموں میں اشاعت دین میں عملاً مصروف رہے اور کئی معروف عیسائیوں سے مناظرے کیئے ، خاص کر برناڈ شاہ سے مناظرہ آپ کا تاریخی مناظرہ تھا۔ آپ خود بھی اپنے تمام بھائیوں کی طرح نعت گو شاعر تھے، آپ نے تحریک خلافت اور بعد میں تحریک قیام پاکستان میں بھر پور کردار ادا کیا۔ قیام پاکستان کے بعد قائداعظم نے آپ کو مختلف ممالک میں سفیر پاکستان کی خدمات کی پیشکش کی مگر آپ نے تبلیغ دین کو ترجیح دی اور سفیر اسلام کی حیثیت سے کام کو جاری و ساری رکھا۔ یہاں تک کہ آپ ۱۹۵۴ء میں حج کے موقع پر مدینہ منورہ پہنچے اور وہیں آپکا انتقال ہوگیا اور حسن اتفاق سے آپ کو وہیں جگہ ملی جہاں سات سال قبل آپ کے ایک بڑے بھائی مولانا نذیر احمد صدیقی کو سیدنا عائشہ صدیقہ کے قدموں میں جگہ ملی تھی ۔ مولانا عبدالحکیم جوش کی ۷/ بیٹیاں تھیں آپ کی ایک بیٹی کے نواسے صدر پاکستان جناب پرویز مشرف ہیں۔

مولانا عبدالحکیم جوشؔ کے بڑے بھائی مولانا اسمٰعیل صدیقی میرٹھی کا نام برصغیر میں بہت معروف ہے آپ نہ صرف نعت گو شاعر تھے بلکہ بچوں کے لئے آپ نے بہت نظمیں لکھیں، جو آج بھی اسکول، کالج اور جامعات کی درسی کتابوں میں شامل ہیں۔

مولانا اسمٰعیل صدیقی میرٹھی نے میرٹھ میں ایک گرلز اسکول بھی قائم کیا تھا جو اب اسمٰعیل گرلز کالج کا درجہ حاصل چکا ہے۔ اسی طرح مولانا عبدالحکیم جوشؔ کے ایک قریبی رشتہ کے بھائی مولانا عبدالحیٔ میرٹھی نے میرٹھ میں فیضان عام ہائی اسکول قائم کیا تھا جو اب کالج کا اہم درجہ رکھتا ہے۔ جبکہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی نے نہ صرف ہند میں بلکہ دنیا کے بیشتر ممالک میں مدارس دینیہ قائم فرما کر تعلیم کے میدان میں اہم کردار ادا کیا اور مولانا شاہ احمد نورانی نے اس تعلیمی مشن کو جاری رکھتے ہوئے اس میں مسلسل اضافہ فرمایا۔

مولانا عبدالعلیم صدیقی قادری میرٹھی کی اولاد:

مولانا عبدالعلیم صدیقی علیہ الرحمہ کا سلسلہ نسب ۳۸/ ویں پشت میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے جبکہ آپ کی اہلیہ محترمہ امتہ الرؤف (م ۲۰۰۲ء) بنت قاضی احسان الحق صدیقی کا نسب ۳۴/ ویں پشت میں سیدنا ابو بکر صدیق سے جا ملتا ہے اس طرح آپ دونوں کی اولاد نجیب الطرفین صدیقی ہے۔ مولانا قاضی احسان الحق کا خاندان ۷/ پشت قبلِ دور اکبری میں حجاز مقدس سے

ہجرت کر کے یہاں پہنچا اور شاہی دربار میں قاضی القضات کا منصب آپ کے خاندان کو حاصل رہا اس لئے آپ قاضی کہلائے۔ مولانا عبدالعلیم صدیقی کے نسب میں ۷/اولاد ہوئیں جن میں ۴/ بیٹے اور ۳/ بیٹیاں شامل تھیں، تفصیل ملاحظہ کیجئے:

☆ امتہ السبوح صبیحہ خاتون (مرحومہ) زوجہ مولانا ڈاکٹر فضل الرحمٰن انصاری قادری (م-۱۹۷۴ء) جو معروف مبلغ اسلام تھے اور المرکز اسلامی سینٹر کے بانی تھے جو آج بھی نارتھ ناظم آباد کراچی میں ایک مرکزی دارالعلوم کی حیثیت سے رکھتا ہے، مولانا اس کے احاطے میں ہی مدفون ہیں۔ مولانا انصاری نے ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشنز بھی قائم کیا جس کے آپ تاحیات صدر رہے۔

مولانا عبدالعلیم صدیقی علیہ الرحمۃ نے اپنے ۴/اور صاحبزادوں کو چار بزرگوں کی طرف نذر فرمایا جس سے آپ کی ان بزرگوں سے محبت اور وابستگی کا پتہ چلتا ہے۔ ان کے نام یہ ہے:

☆ نذرِ غوث شاہ محمد جیلانی (م-۱۹۹۹ء) عالم دین اور مبلغ اسلام تھے، برطانیہ میں مدفون ہیں،

☆ نذرِ معین شاہ احمد نورانی (م-۱۶/ شوال المکرّم ، ۱۴۲۴ھ/ ۱۱/ دسمبر ۲۰۰۳ء)

☆ نذر فرید شاہ حامد ربانی (مقیم مدینہ منورہ)

☆ ڈاکٹر عزیزہ اقبال زوجہ اقبال احمد بیگ مرحوم (مقیم کراچی)

☆ ڈاکٹر فریدہ احمد زوجہ محمد احمد صدیقی

ڈاکٹر فریدہ کی پیدائش میرٹھ میں ہوئی ان دنوں آپ کے والد مولانا عبدالعلیم صدیقی مکہ کرمہ میں تھے آپ کو بیٹی کی پیدائش کی خبر بیت اللہ شریف میں ملی آپ نے اسی وقت دعا کی کہ یا اللہ میری اس بیٹی کو مبلغۂ اسلام بنا۔ چنانچہ آپ کی یہ دعا مقبول ہوئی اور ڈاکٹر فریدہ پاکستان میں خواتین میں ایک ممتاز حیثیت رکھتی ہیں، آپ نہ صرف مبلغہ کے فرائض انجام دے رہی ہیں بلکہ ساتھ ہی معلّمہ کے فرائض بھی انجام دے رہی ہیں اور آپ نے یوں تو کئی مدارس قائم کیئے مگر آپ کا سب سے بڑا کارنامہ آپ کا خواتین اسلامک مشنری یونیورسٹی کا قیام ہے، جہاں اب تک سینکڑوں معلمات اسلامیہ فارغ التحصیل ہوکر خدمتِ دین انجام دے رہی ہیں۔ آپ اس جامعہ کی چانسلر بھی ہیں، ساتھ ہی ساتھ ممبر قومی اسمبلی اور متعدد آرگنائیزیشن کی ممبر بھی ہیں۔ آپ کی دینی خدمات کو قلمبند کرنے کے لئے بھی ایک دفتر چاہیے، احقر اہلسنّت کی تعلیم یافتہ خصوصاً ان کی شاگردہ خواتین سے درخواست کرے گا کہ وہ اپنے کسی Ph.D یا M.Phil کی ریسرچ میں ڈاکٹر فریدہ کی خدامات کا جائزہ لیں۔

☆ نذرِ خواجہ شاہ حماد سبحانی (مقیم مدینہ منورہ)

شاہ احمد نورانی کا خاندان:

شاہ احمد نورانی کی شادی ۱۹۶۲ء میں مدینہ منورہ میں قطب مدینہ خلیفہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی حضرت علامہ مولانا ضیاء الدین قادری مدنی علیہ الرحمۃ (المتوفی ۱۹۸۱ء) کی پوتی سلمہ امۃ الرحمٰن بنت مولانا فضل الرحمٰن قادری مدنی علیہ الرحمۃ (المتوفی ----) سے منعقد ہوئی تھی۔ شاہ صاحب کے دو صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں ہیں جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

۱......شاہ انس نورانی بڑے صاحبزادے، آپ نے لیبیا کی جامعہ سے گریجویشن کیا ہے،

۲......اناس، زوجہ سید ناصر، مقیم کراچی

۳......ایمان زوجہ شیخ آفاق الدین، مقیم کراچی

۴......اویس نورانی، مقیم امریکہ

شاہ صاحب کے برادر نسبتی:

......ڈاکٹر رضوان مدنی؛ ولد مولانا فضل الرحمٰن مدنی، کنگ عبدالعزیز یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں۔

......ڈاکٹر خلیل مدنی؛ ولد مولانا فضل الرحمٰن مدنی، دمام کے

ہسپتال میں ڈاکٹر ہیں۔

شاہ احمد نورانی صدیقی قادری میرٹھی علیہ الرحمہ اپنی والدہ ماجدہ کے بڑے اطاعت گزار اور فرمانبردار تھے انہوں نے والدہ کی آخری سانسوں تک ان کی خدمت گزاری میں کوئی کسر نہ چھوڑی، یقیناً یہ ماں کی دعائیں تھیں کہ آپ شہرت اور عزت کے اعلیٰ مقام تک پہنچے۔ شاہ صاحب اس سال عید الفطر کی نماز کی ادائیگی کے بعد اپنے بہنوئی جناب محمد احمد صدیقی اور بچوں کے ساتھ اپنی والدہ ماجدہ کی قبر پر فاتحہ کیلئے گئے، آپ کی والدہ شاہ عبداللہ غازیؒ رحمۃ اللہ علیہ (م-۱۵۰ھ) کی درگاہ کے دائیں جانب احاطہ میں مدفون ہیں۔ شاہ صاحب والدہ کی قبر پر پہنچے اور فاتحہ و دعا کے بعد اپنے بہنوئی کو قریب بلایا اور والدہ کی قبر کے پائنتی جگہ (جو صرف ایک قبر کے لئے کافی تھی) کو اپنی عصا سے تین بار پھیر کر فرمایا! بھائی صاحب یہ جگہ کیسی رہے گی یہ جگہ کیسی رہے گی، یہ جگہ کیسی رہے گی، اس کے بعد خاموش ہو گئے۔

۱۱ر دسمبر ۲۰۰۳ء بروز جمعرات ۱۲ر بجے دن میں اسلام آباد میں آپ وضو فرما رہے تھے کہ آپ کو دل کا جان لیوا دورہ پڑا اور آپ اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جب اس رات آپ کی میت گھر پہنچی تو تمام علماء کرام کا خیال تھا کہ جامع مسجد امام اعظم ابو حنیفہ (گلشن اقبال بلاک 6، کراچی) کے احاطہ میں آپ کی تدفین کی جائے گی مگر گھر والوں نے فیصلہ وہیں کا کیا جس کا حضرت نے اپنی چھڑی سے تین دفعہ اشارہ کیا تھا۔ چنانچہ آپ کو آپ کی والدہ کے بالکل پائنتی جگہ ملی اور تا صبحِ قیامت آپ اپنی والدہ کے قدموں اور شاہ عبداللہ غازی علیہ الرحمہ کے سایۂ میں آرام فرما ہو گئے۔

احقر نے حضرت کے اس فیصلے پر بہت غور کیا کہ حضرت نے کہیں اور تدفین کیلئے اشارہ یا وصیت کیوں نہ فرمائی تو فقیر اس نتیجے پر پہنچے کہ جب حضرت نے اپنے ۵۰ر سالہ تبلیغی اور سیاسی دور میں ایک پیسے کی جاگیر نہ بنائی تو مرنے کے بعد کیونکر جاگیر بنواتے لہٰذا جس طرح ماں کے بطن سے آئے تھے اسی طرح ماں کے قدموں میں لوٹ گئے اور آپ نے جس طرح ماں کی خدمت انجام دی ہے یہ حقیقتاً اس کا صلۂ عظیم ہے کہ شاہ احمد نورانی اس حدیث نبوی کی عملی تفسیر ہے کہ ''ماں کے قدموں میں جنت ہے''۔ وہ اپنی والدہ ماجدہ کے قدموں میں جنت و رضوان کی خوشبوؤں اور ہواؤں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر تا قیامت رحمت و رضوان کی بارش فرمائے (آمین)۔ آپ کے سوئم پر ایک منقبت پڑھی گئی تھی۔ فقیر کو شاعر کا نام یاد نہ رہا اور اس منقبت کو ملک کے ممتاز نعت خواں محمد یوسف میمن صاحب نے پڑھی، چند اشعار ملاحظہ کریں۔

غازئ ختم نبوۃ شاہ نورانی میاں
کر گئے دنیا سے رحلت شاہ نورانی میاں

مصطفیٰ کے عشق میں مرنا ہے اصلِ زندگی
کر گئے ہم کو ہدایت شاہ نورانی میاں

ماں کے پہلو اور غازی بابا کے سایہ تلے
اب رہیں گے تا قیامت شاہ نورانی میاں

آخر میں شہر کراچی کے سلسلۂ قادریہ کے ایک درویش، شعراء اور نعت گو بزرگ حضرت سائیں غنیؔ علیہ الرحمہ کے ایک قصیدہ کے اس بند پر مضمون ختم کر رہا ہوں۔

دعا مانگو کہ اس میت کو حق جلّ علا بخشے
طفیل حضرتِ احمد محمد مصطفیٰ ﷺ بخشے

بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں خدا بخشے
جو عمداً اور سہواً ہوگئی ہوں کچھ خطا، بخشے

طفیل اپنے حبیبِ پاک ﷺ کے اور کل صحابہ کے
غنیؔ سائیں اب اس مرحوم کو ربِّ علا بخشے

(نوٹ: اس مضمون کی تیاری میں ساری معلومات ڈاکٹر فریدہ احمد اور جناب محمد احمد صدیقی صاحب سے حاصل کی گئیں)

اپنے دیس............بنگلہ دیس میں (قسط پنجم)

صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری

اس کانفرنس میں جو علمائے کرام زینت اسٹیج تھے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

۱......امام اہلسنّت (بنگلہ دیش)، استاذ العلماء، پیر طریقت الحاج قاضی محمد نورالاسلام ہاشمی، صدر محفل۔

۲......پیر طریقت، فقیہ بنگلہ دیش علامہ قاضی محمد امین الاسلام ہاشمی

۳......خطیب بنگال، علامہ الحاج محمد جلال الدین قادری

۴......پیر طریقت حامی اہلسنّت مولانا حافظ سید عبدالباری شاہ صاحب

۵......علامہ الحاج مفتی عبیدالحق نعیمی، شیخ الحدیث جامعہ احمدیہ سنیہ،

۶......فاضل نوجوان ڈاکٹر سید ارشاد احمد بخاری، بانی و ڈائریکٹر، اسلامک سینٹر، دیناجپور، بنگلہ دیش

۷......علامہ صوفی شاہ عبدالمالک صاحب استاذ جامعہ غوثیہ احسن العلوم چٹا گانگ۔

۸......حضرت مولانا حافظ قاری عبدالرحمٰن قاری،

۹......مولانا ابوناصر طیب علی صاحب

۱۰......مولانا بدیع العالم رضوی، صدر رضا اسلامک اکیڈیمی، چٹا گانگ

۱۱......شاعر اہلسنّت مولانا انیس الزماں، نائب صدر اعلیٰ حضرت فاؤنڈیشن چٹا گانگ،

۱۲......مولانا عبدالمنان صاحب (مترجم کنزالایمان، بنگلہ دیش)

۱۳......مولانا نظام الدین صاحب، سیکریٹری اعلیٰ حضرت فاؤنڈیشن چٹا گانگ

۱۴......مولانا اقبال حسین زنگی صاحب

۱۵......مولانا شاھد الرحمٰن ہاشمی صاحب رکن اعلیٰ حضرت فاؤنڈیشن و سیکریٹری انجمن عاشقان مصطفی ﷺ

۱۶......مولانا صادق الرحمٰن ہاشمی، خطیب جامع مسجد بایزید بسطامی،

۱۷......مولانا ابوالقاسم نوری صاحب،

۱۸......مولانا اشرف الزماں قادری، استاذ الحدیث جامعہ احمدیہ سنیہ عالیہ، اور دیگر علماء و معززین کرام۔

جیسا کہ فقیر نے پہلے تحریر کیا کہ جب ہم لوگ چٹا گانگ پہنچے ہیں تو موسلا دھار بارش ہو رہی تھی اور ہمارے جلسہ گاہ تک پہنچنے تک بلا وقفہ جاری تھی لیکن حیرت و استعجاب کی بات یہ ہے کہ لوگ پھر بھی جوق در جوق جمیعۃ الفلاح کے آڈیٹوریم میں بھیگتے بھگاتے آئے جا رہے تھے اور ہمارے اسٹیج پر پہنچتے پہنچتے تمام ہال عشاقانِ غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھر چکا تھا۔ غوثیہ کانفرنس عصر سے شروع ہو چکی تھی بعد نماز مغرب متعدد مقررین کرام خطاب فرما چکے تھے۔ فقیر کی موجودگی میں جن علماء عظام نے خطاب فرمایا ان میں حضرت علامہ مولانا عبیدالحق نعیمی صاحب، حضرت علامہ مولانا مفتی قاضی محمد امین الاسلام ہاشمی صاحب، حضرت مولانا ابوالقاسم نوری صاحب، حضرت مولانا صوفی عبدالمالک صاحب، صاحبزادہ عزیزی مولانا ڈاکٹر سید ارشاد احمد بخاری اختر القادری سلمہ الباری نمایاں تھے، آخر میں صدر جلسہ امام اہلسنّت بنگلہ دیش علامہ مولانا نورالاسلام ہاشمی مدظلہ العالی نے خصوصی دعائیہ خطاب فرمایا اور فقیر گنہگار کے لئے کلمات تشکر و تحسین بھی ادا فرمائے ان تمام علمائے کرام نے سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی حیات و کرامات اور ان کے علمی و روحانی مقامات

کے مختلف موضوعات پر جس انداز میں اظہار خیال فرمایا اس سے اندازہ ہوا کہ بنگلہ دیش خصوصاً چٹا گانگ کے علماء اہلسنّت سیدنا ومولانا وملجانا غوث اعظم عبدالقادر محی الدین جیلانی البغدادی رضی اللہ عنہ و ارضاہ عنا سے کس قدر عقیدت ومحبت رکھتے ہیں اور یہی نہیں بلکہ ان کی حیات طیبہ کا وسیع مطالعہ بھی رکھتے ہیں۔

جلسہ میں نعت خواں حضرات نے نعت و منقبت بھی پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔ ان میں ایک میمن صاحبزادے ہارون الرشید سلمہٗ تھے جو کئی سال فیضان مدینہ کراچی میں تعلیم حاصل کر چکے ہیں، ان کے علاوہ چٹا گانگ کے مولانا اقبال احمد زنگی حفظہ اللہ استاذ جامعہ طیبیہ سنّیہ فاضلیہ بھی تھے۔ جو بنگالی ہونے کے باوجود اس قدر صحیح تلفظ اور مترنم لہجے میں اعلیٰ حضرت کی نعت پڑھتے ہیں کہ وجد آجاتا ہے اور ان کی نعت سننے والا یہ گمان بھی نہیں کر سکتا کہ اس شخص کی مادری زبان اردو نہیں ہے۔ اسی طرح حضرت مولانا صاحبزادہ انیس الزماں صاحب، استاذ جامعہ احمدیہ سنیہ عالیہ جو حضرت مفتی امین الاسلام ہاشمی صاحب مدظلہ العالی کے داماد بھی ہیں۔ اس قدر مترنم آواز دلنشیں لحن اور طرز وادا کے ساتھ خصوصاً اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعتیں پڑھتے ہیں کہ طبیعت خوش ہو جاتی ہے۔ جناب انیس الزماں صاحب شاعر بھی ہیں اور بنگالی زبان کے اچھے نوجوان شعراء میں شمار ہوتے ہیں اب تک سیدنا اعلیٰ حضرت کے نعتیہ دیوان حدائق بخشش سے ۱۳ر نعتوں کا بنگالی زبان میں ترجمہ کر چکے ہیں اور کمال یہ ہے کہ ترجمہ میں یہ خصوصی التزام ہے کہ اس کی بحر بھی وہی جو اعلیٰ حضرت کی نعت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ (آمین)

فقیر نے سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ایک مقالہ لکھا تھا وہ انجمن عاشقان مصطفیٰ ﷺ کے سیکریٹری کو پیش کیا اور اس کا اختصار فی البدیہہ تقریر کی صورت میں عرض کیا۔ آخر میں اعلیٰ حضرت کا سلام مصطفیٰ جانِ رحمت پر سلام پیش کیا گیا، فاتحہ ودعا کے بعد حاضرین میں لنگر تقسیم ہوا۔ چٹا گانگ میں یہ روایت دیکھی کہ ہر محفل میلاد میں یہ سلام پڑھا جاتا ہے اور پڑھنے والا آخر میں اعلیٰ حضرت کے مقطع سے قبل اپنے پیرومرشد پر بھی طفیلی سلام (اسی بحر، ردیف و قوافی میں نظم کیا ہوا) پڑھتا ہے۔ یہ ایک اچھی روایت ہے کہ ہر سلسلۂ طریقت والا اس طرح اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قدس اللہ سرہٗ العزیز کی معرفت سید عالم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضری کا طالب ہوتا ہے۔ واپسی پر شدید بارش میں ہم کاروں کے ایک جلوس میں حضرت قبلہ مفتی محمد امین الاسلام ہاشمی مدظلہ العالی کے دولت کدے پر پہنچے۔ وہاں پر تکلف کھانے کا اہتمام پایا۔ رات دیر تک حضرت قبلہ مفتی صاحب اور ان کے صاحبزادگان و متعلقین سے گفتگو ہوتی رہی۔

۲۶ رجون کو پھر بعد نماز عصر غوثیہ کانفرنس کی دوسری نشست کا اہتمام تھا، رات بھر بارش اس قدر شدید رہی کہ حضرت قبلہ مفتی صاحب کے سامنے ایک تالاب کا پانی کناروں سے بہہ کر حضرت کے دروازے تک پہنچ گیا تھا۔ احقر کیلئے چالیس سال بعد شدید بارش کا یہ منظر دیکھنے میں آرہا تھا۔ صبح کو ناشتہ کا بھی ویسا ہی شاندار اہتمام تھا جیسا رات کے کھانے کا، فقیر بیمار آدمی دل کا مریض صرف ایک توس پیس سے ناشتہ کرنے والا، فقیر کے ساتھی عزیزی علامہ ڈاکٹر ارشاد احمد بخاری نوجوان آدمی ہیں انہی کو آگے رکھتا تھا لیکن قیام چٹا گانگ کے آخری دنوں میں وہ بھی جواب دے گئے تھے۔ لیکن حضرت مفتی صاحب قبلہ اور ان کے صاحبزادگانِ عالی وقار اس ناچیز سے اس قدر پیار ومحبت کا اظہار فرماتے تھے کہ احقر پرہیز میں شرمندگی محسوس کرتا تھا، ناچار ترک پرہیز کرنا پڑا اور پھر اس کا خمیازہ یہ ہوا کہ واپسی پر شدید بیمار پڑ گیا اور صحت یابی میں ہفتوں لگ گئے۔ (باقی آئندہ)

اسلام اور عورت

﴿قرآنی آیات کی روشنی میں﴾

علامہ سید سعادت علی قادری*

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ط

(پ۲، البقرہ، ۲۳۲)

''اور جب تم طلاق دیدو، عورتوں کو اور وہ اپنی عدت پوری کر چکیں تو اے عورتوں کے والیو انہیں نہ منع کرو، کہ وہ اپنے خاوندوں سے نکاح کرلیں جبکہ رضامند ہو جائیں آپس میں موافق شرع بھلائی کے ساتھ''

یعنی مطلقہ عورتوں کو دوسرا نکاح کرنے کا کلی اختیار ہے چاہے وہ شرعی قوانین کی پابندی کے ساتھ اپنے سابق شوہر سے نکاح کریں، یا کسی دوسرے شخص سے، پہلی صورت میں، ولی کو حق اعتراض نہیں اور دوسری صورت میں پہلے شوہر کو اعتراض کا کوئی حق نہیں، کہ جو عورت طلاق کے بعد بیوی نہیں رہی، اس کے کسی معاملے میں مداخلت کا اب اختیار بھی ختم ہو چکا۔

وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ط

''اور جس کا بچہ ہے، اسی کے ذمہ ہے کھانا، ان ماؤں کا اور ان کا لباس، حسب دستور مناسب طریقہ سے'' (پ۲، البقرہ، ۲۳۳)

عورت جب ماں بنی تو شوہر کی مزید توجہ کا مستحق قرار دی گئی، کہ اب وہ بچے کی خدمت کر رہی ہے، بالخصوص یہ کہ وہ اسے دودھ پلا رہی ہے لہٰذا مرد اس کا خصوصی خیال رکھے، حتیٰ کہ بچے کے دودھ پلانے کے دوران، یا بچے کی پیدائش سے قبل ہی طلاق کا حادثہ ہو گیا ہو تو بھی مرد ہی ذمہ دار ہوگا کہ جب تک عورت اس کے بچے کو دودھ پلا رہی ہے وہ اس کے اخراجات پورے کرے۔

وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ط

''اور اگر تم چاہو کہ اپنی اولاد کو دودھ پلواؤ (کسی دوسری عورت سے) تو کوئی گناہ نہیں تم پر، جبکہ تم ادا کردو مقررہ اجرت بھلائی کے ساتھ''۔ (پ۲، البقرہ، ۲۳۳)

بچوں کو کسی بھی وجہ سے کسی دوسری عورت سے دودھ پلوانے کی اجازت ہے اس دودھ پلانے والی کو، نوکرانی نہیں بلکہ رضاعی ماں کا بلند مرتبہ حاصل ہے، لہٰذا اس کے ساتھ اچھے برتاؤ کا حکم دیا گیا، اس طرح کے اول تو اس کی مقرر اجرت، بلا ٹال مٹول کے بروقت ادا کی جائے ثانیاً اس کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے، اس کو تحفے تحائف دیئے جائیں ساری زندگی اس کا احترام کیا جائے، جس کی نظیر نبی مکرم ﷺ نے عملی طور پر قائم کی، کہ آپ ہمیشہ اپنی رضاعی ماں حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا احترام کرتے رہے، ان سے اظہار محبت فرماتے رہے، انہیں ماں کہہ کر پکارتے، ہدایا و تحائف پیش کرتے جب کبھی وہ تشریف لاتیں تو آپ ان کے احترام میں کھڑے ہو جاتے ان کے لئے اپنی چادر بچھا دیتے۔

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ط

*(مبلغ اسلام، مشہور عالم دین اور صاحب تصانیف) (ماخوذ از ''اجھا بہ تاؤ'' القادری اسلامک پبلی کیشن، پاکستان، ہالینڈ، افریقہ)

''اور جب پہنچ جائیں (وہ عورتیں جن کے شوہروں کا انتقال ہو چکا ہے) اپنی مدت کو، تو کوئی گناہ نہیں تم پر، اس میں جو وہ کریں اپنی ذات کے بارے میں مناسب طریقہ سے موافقِ شرع'' (پ۲، البقرہ ۲۳۴)

یہ ان عورتوں کے ساتھ اچھے برتاؤ کا ذکر ہے جن کے شوہروں کا انتقال ہو گیا ہو، ایسی عورت کی مدتِ عدت، چار ماہ دس دن ہے اور اگر وہ حاملہ ہو تو اس کی عدت کی مدت بچہ کی پیدائش کے ساتھ ہی ختم ہو جاتی ہے، چاہے بچہ ایک دن بعد ہی پیدا ہو جائے، ان عورتوں کو عدت پوری کر لینے کے بعد دوسرے نکاح کا مکمل اختیار ہے، کسی عزیز رشتہ دار کو اس پر اعتراض کا حق نہیں۔

عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ وَلٰكِنْ لَّاتُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۵

''جانتا ہے اللہ کے تم ضرور ان کا ذکر کرو گے، البتہ نہ وعدہ لینا، ان سے خفیہ طور پر بھی مگر یہ کہ ان سے شریعت کے مطابق کوئی بات کہو'' (پ۲، البقرہ ۲۳۵)

جس عورت کے شوہر کا انتقال ہو چکا ہے اس کے متعلق حکم بیان ہو رہا ہے کہ کسی شخص کے لئے یہ جائز نہیں کہ عدت پوری ہونے سے پہلے وہ اسے نکاح کا پیغام دے کہ یہ غمزدہ عورت کو مزید غم میں مبتلا کرنا ہے، صرف اشارتاً اچھے انداز میں اپنے دل کی بات اس عورت تک پہنچائی جا سکتی ہے۔

وَمَتِّعُوْهُنَّ ج عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ج مَتَاعًا ۢ بِالْمَعْرُوْفِ ج حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ o

''اور خرچہ دو انہیں، صاحب وسعت پر، اس کی حیثیت کے مطابق اور تنگدست پر، اسکی حیثیت کے مطابق یہ خرچہ مناسب طریقہ پر ہونا چاہیے یہ فرض ہے نیکوں پر'' (پ۲، البقرہ ۲۳۶)

یہاں ان عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا جا رہا ہے جن کو اس طرح طلاق ہوئی کہ نکاح کے وقت مہر کی کوئی مقدار مقرر نہیں ہوئی تھی، اور نکاح کے بعد مرد نے منکوحہ سے نہ صحبت کی اور نہ ہی خلوت صحیحہ ہوئی یعنی ایسی تنہائی میں بھی دونوں جمع نہ ہوئے، کہ یہ خیال کیا جا سکے کہ صحبت ہو گئی ہو گی ایسی صورت میں جس مرد نے طلاق دیدی اسے حکم دیا گیا کہ مطلقہ کو خالی ہاتھ نہ نکالنا، بلکہ اسے بطور تحفہ کچھ نہ کچھ ضرور دینا اگر مرد دولت مند ہے تو اپنی حیثیت کے مطابق دے اور غریب ہے تو اپنی حیثیت کے مطابق دے، لیکن دیا ضرور جائے کہ اچھے برتاؤ کا یہ تقاضا ہے۔

دینی تعلیم
علمائے دین کی نظر میں

طلباء کا معارف

(قسط دوم)

حضرت علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ

﴿گزشتہ سے پیوستہ﴾

دینی تعلیم اور اسکے نظام کے بارے میں شکوک و شبہات:

دینی تعلیم اور اسکے نظام کے بارے میں ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ:
''مروّجہ سرکاری اداروں میں اسلامیات اور عربی لازمی قرار دیئے جانے کے بعد دینی مدارس کی کیا ضرورت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بنیادی طور پر کوئی تعلیم اسلامی یا غیر اسلامی نہیں بلکہ اس کا مدار تعلیم کے اغراض و مقصد پر ہے اگر تعلیم کے مقاصد دنیاوی ہیں تو وہ دنیاوی اور اگر اس کا مقاصد حق و باطل میں امتیاز نیز حق کے بقاو تحفظ اور دفاع کیلئے جدو جہد سے تو یہ دینی تعلیم کہلائے گی۔ جبکہ اس جہاد کیلئے مشقت پریشانی، ایثار اور قربانی مالی ہو یا جسمانی کی عملی تیاری ضروری ہے۔

سرکاری تعلیمی اداروں میں تعلیم کا مقصد صرف اچھی ملازمت کا حصول ہے تا کہ دنیاوی جاہ وجلال اور مفادات حاصل کیے جاسکیں اور اگر ان میں تعلیم کا مقصد حق و باطل کا امتیاز تسلیم بھی کر لیا جائے جب بھی مروّجہ سرکاری اداروں میں طالب علم کو احقاقِ حق کے جہاد کیلئے ایثار و قربانی اور مشکلات میں مبتلا ہونے کا خوگر نہیں بنایا جاتا کیونکہ وہاں ہر قسم کی سہولت میسر ہوتی ہے بلکہ فیس کی ادائیگی کی بنا پر طلبہ ان درسگاہوں اور اساتذہ کا تقدس معمولی سی مشکل پر پامال کر دیتے ہیں جبکہ دینی تعلیمی اداروں میں مسافری، بے سروسامانی، ایثار و قربانی، استاد کی خدمت اور احسان مندی کے بغیر تعلیم کا کوئی تصور نہیں ہے جس سے طلبۂ جدو جہد اور مشکلات پر صبر کرنے کا عادی ہو کر اعلائے کلمۃ الحق کے جہاد کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ نیز آپ سن چکے ہیں کہ صرف اسلامیات پڑھنے کا نام علم دین نہیں ہے بلکہ اس کو نافع بنانے کیلئے اس سے حاصل شدہ معرفت پر عمل پیرا ہونا بھی ضروری ہے۔ جس کیلئے عملی تربیت لازمی ہے جبکہ یہ سب کچھ مروجہ سرکاری اداروں میں ناپید ہے جس کا واضح ثبوت سرکاری تعلیمی اداروں میں روزمرہ کے واقعات ہیں۔

جبکہ دینی اداروں میں تعلیم کے ساتھ عملی تربیت کا اہتمام ہے۔ لہٰذا ان مخصوص علمی مقاصد کے حصول کے لیے دینی مدارس کی اپنی جگہ ضرورت باقی ہے۔

سوال نمبر ۲: دینی تعلیم کے متعلق ایک شبہ یہ بھی کیا جاتا ہے کہ دینی تعلیمی اداروں میں جو نصاب پڑھایا جاتا ہے وہ قدیم ہے اور اس کے بعض علوم متروک ہو چکے ہیں۔ اس لیے وہ موجودہ دور کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتا لہٰذا اس میں ترمیم کی ضرورت ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ کسی نصاب کی افادیت و عدم افادیت معلوم کرنے کے لیے اس کے اغراض و مقاصد سمجھنا ضروری ہیں۔ درس نظامی یعنی دینی تعلیم کے نصاب کا مقصد ایک قوت راسخہ حاصل کرنا ہے جس سے قرآن وحدیث پر اسلاف کے کیئے ہوئے کام کو سمجھا جاسکے، کیونکہ قرآن ہی علوم کا منبع ہے اس تک رسائی کے لئے اسلاف کی تشریحات سے رہنمائی حاصل کرنا ضروری ہے۔

جب کہ ان تشریحات کو سمجھنے کے لئے موجودہ درسِ نظامی کے علوم پر مشتمل نصاب ضروری ہے کیونکہ اسلاف نے اپنی تصانیف

میں ان علوم وفنون کی اصطلاحات کو استعمال فرمایا ہے۔

۲.........نیز درسِ نظامی کا نصاب اتنا وسیع اور جامع ہے کہ اس کا حامل تمام علوم میں دسترس حاصل کرلیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نصاب کے فضلاء تمام علوم میں تحقیقات کر سکتے ہیں۔

۳.........بعض علوم متروک ہونے کے باوجود اس نصاب میں اس لیے شامل ہیں کہ سابقہ قرون کی تالیفات میں ان علوم کی اصطلاحات کو استعمال کیا گیا ہے۔ اس لیے ان اصطلاحات کے حصول کے بغیر ان تالیفات سے رہنمائی مشکل ہے۔ اس کی مزید وضاحت یہ ہے کہ دوسری اور تیسری صدی ہجری میں اہلِ یونان نے اسلام کے بارے شکوک وشبہات پیدا کرنے کے لیئے یونانی حکمت وفلسفہ کو استعمال کیا اور اسلامی عقائد ونظریات اور مسلّمات پر اعتراضات کیئے تو اس وقت اسلاف نے یونانی حکمت کے چھ فنون عربی میں منتقل کیے تاکہ یونانی اعتراضات سمجھ کر ان کے اصول کو غلط ثابت کیا جائے اور اسلامی اصول وقواعد کا تحفظ کیا جائے۔

چنانچہ مفسرین ومحققین نے اہلِ یونان کو ان کی ہی اصطلاحات میں جواب دیا۔ جس سے اس فتنہ کا سدّ باب ہوا۔ اب چونکہ قرآن و حدیث کی تشریحات میں جا بجا اسلاف نے ان اصطلاحات کو استعمال فرمایا۔ اس لئے کسی بھی محقق کے لیے ان اصطلاحات کے علم کو حاصل کیے بغیر تحقیق کرنا ممکن نہیں تو متعذر ضرور ہے۔ غرضیکہ وہ اصطلاحات مقصد نہیں بلکہ اسلاف کی تحقیقات کے ذریعہ قرآن وحدیث تک رسائی مقصود ہے۔

ایک اور سوال یہ کیا جاتا ہے کہ:

اس نصاب کے حاملین معاشرہ میں کس کام کے اہل ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دینی تعلیم کے نصاب کی جامعیت کے باوجود یہ سوال تجاہلِ عارفانہ معلوم ہوتا ہے کیونکہ اگر ادنیٰ نصاب کے حاملین کی اہلیت مسلّم ہے تو اس سے کہیں اعلیٰ نصاب کے حاملین کہ اہلیت میں کیوں شبہ کیا جاتا ہے۔ سرکاری اداروں کا نصاب اول سے آخر تک صرف چھ اور اب کچھ اسلامیات اور قدرے عربی لازمی قرار دینے پر آٹھ مضامین بنتے ہیں جن میں سے انگریزی اور اردو کو لسان قرار دے کر خارج کر دیا جائے تو علوم کی تعداد صرف چھ رہ جاتی ہے اس کے علاوہ کچھ اختیاری مضامین بھی رکھے جاتے ہیں۔ پھر ان چند مضامین کی تعلیم کا حال سب کو معلوم ہے۔ خلاصے اور گِس پیپرز کے ذریعہ کامیابی حاصل کی جاتی ہے ان تمام کوتاہیوں کے باوجود اس کے حاملین (میٹرک تا ایم۔اے) معاشرتی ذمہ داریوں کے اہل قرار پائیں جبکہ دینی تعلیم کے تیس (۳۰) سے زائد مضامین جن سے کم از کم بیس لازمی مضامین کے حاملین جو کہ فنون میں قدم رکھنے سے قبل حافظ قرآن، قاری اور پرائمری، مڈل نیز میٹرک کر چکے ہوتے ہیں کو معاشرتی ذمہ داریوں کے لئے نااہل قرار دینا خود کوتاہ فہمی ہے حالانکہ دینی تعلیم کی بنیاد خلاصوں اور گِس پیپرز پر نہیں بلکہ مشکل ترین کتب کے حل کرنے پر مبنی ہے۔ اس سے قطع نظر جب چند مضامین کی ناقص تعلیم کے حامل کو معاشرتی ذمہ داریوں کا اہل بنانے کے لیے اس کو تربیتی کورس کرائے جا سکتے ہیں تو دینی تعلیم کے فضلاء کو بھی یہ کورس کرائے جا سکتے ہیں۔

(ب) دینی نصاب، دینی علوم میں مہارت اور ملکہ حاصل کرنے کے لیے پڑھایا جاتا ہے۔ اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ اس نصاب کے بعد کوئی فنی علم یا مہارت اس کے لیے ممنوع ہے۔ بلکہ معاشرہ میں جن ذمہ داریوں کو اپنانا چاہے اس کی تربیت کا راستہ کھلا ہے۔ بلکہ ان علوم کی مدد سے وہ کسی بھی تربیتی کورس کو کامل طور پر حاصل کر سکتا ہے۔

(ج) ایک جواب یہ ہے کہ دینی تعلیم کا مقصد طالب علم میں ملکۂ استنباط و استخراج پیدا کرنا ہے جس سے وہ پیش آمدہ امور و مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ کیونکہ نصاب کی جامعیت اس کو ہر میدان میں صلاحیتِ کار کا اہل بنا دیتی ہے۔ (جاری ہے)

بچوں کا معارف

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ترتیب و پیشکش: سید وجاہت رسول قادری

پیارے بچو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

گذشتہ ماہ (دسمبر ۲۰۰۳ء) میں ہم نے تمہیں "شمائل النبی ﷺ" کے عنوان کے تحت اپنے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے اوصاف واخلاق کے متعلق چند باتیں بتائی تھیں اور یہ بھی بتایا تھا، ہم حضور اکرم ﷺ کے اوصاف وکمالات اور اخلاق وسیرت کے بارے میں جاننے کے لئے میلاد شریف کی محفلیں منعقد کرتے ہیں۔ آج کے مضمون میں ہم تمہیں میلاد شریف کے متعلق چند اہم باتیں سمجھائیں گے۔

پیارے بچو! جیسا کہ تم نے کتابوں میں پڑھا ہوگا اور اپنے بزرگوں سے سنا ہوگا کہ ہمارے پیارے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ باعثِ تخلیق کائنات ہیں یعنی تمام دنیا اللہ تعالیٰ نے آپ ہی کی وجہ سے اور آپ ہی کی خاطر پیدا فرمائی ہے اور آپ ہی اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہیں، کیونکہ آپ ہی کے طفیل کائنات کا ہر فرد بلکہ ہر ذرہ فیض یاب ہے، جس کو جو ملا، جو مل رہا ہے اور جو ملے گا سب آپ ﷺ ہی کے طفیل ہے۔ ایمان والے آپ ﷺ کی برکت سے بے انتہا انعام پاتے ہیں۔ رحمٰن (یعنی اللہ تعالیٰ) کی پہچان آپ ﷺ ہی کی ذریعہ ہوئی، قرآن پاک آپ ﷺ ہی کے واسطے ملا، ایمان آپ ﷺ ہی کی محبت کا نام ہے۔

گویا بالفاظ دیگر سردارِ دو عالم ﷺ کا یوم میلاد یعنی آپ کی ولادتِ پاک کا مبارک دن خالقِ کائنات کے کمالات کے اظہار کا دن ہے۔ مسلمانوں کو جو بھی سعادتِ دینی و دنیوی ملی ہے اور تا صبحِ قیامت اور اس کے بعد تک ملتی رہے گی وہ اسی مبارک دن کے طفیل ملی ہے اور ملتی رہے گی۔ یہ مبارک دن مسلمانانِ عالم کیلئے مسرت و شادمانی کا دن ہے۔ اس لئے یہ دن عالمِ اسلام میں "عید میلاد النبی ﷺ" کے نام سے مشہور ہے یعنی عیدوں کی عید کا دن۔ نویں دسویں صدی ہجری کے عالمِ اسلام کے عظیم مفکر، مفسر، محدث، مؤرخ اور ادیب، علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ حقیقتِ میلاد کی وضاحت کرتے ہوئے اپنی کتاب "حَسَنُ المَقْصَدُ فِی عَمَلِ الْمولِد" میں تحریر کرتے ہیں کہ "محفل میلاد کا اصل یہ ہے کہ لوگ اکٹھے ہوکر تلاوتِ قرآنِ کریم کریں، اور احادیث مبارکہ کا بیان کریں اور سنیں جن میں آپ ﷺ کی ولادت مبارکہ کا تذکرہ ہے پھر تناول ماحضر ہو (شیرنی، کھانا، لنگر وغیرہ کھلایا جائے) یہ سنّتِ حسنہ یعنی اچھے اعمال ہیں، ان پر اجر ہے کیونکہ ان میں رسالتمآب ﷺ کی قدر ومنزلت اور آپ کی تشریف آوری پر اظہارِ مسرت ہے"۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَـقَـدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْـفُسِهِـمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِى ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ ○

(آل عمران ۳:۱۶۴)

''بیشک اللہ تعالیٰ کا مسلمانوں پر بڑا احسان ہوا کہ ان میں انہی میں سے (ان کے حال پر شفقت وکرم فرمانے والا اور ان کے لئے باعثِ فخر و شرف جس کے احوالِ تقویٰ، راستبازی و دیانتداری اور صدق وصفا، خصائلِ جمیلہ اور اخلاقِ حمیدہ سے وہ اچھی طرح واقف ہیں) ایک (عظیم) رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے''

حضور اکرم ﷺ کا وجودِ مسعود (اس دنیا میں تشریف آوری) ربِّ اکرم کی ایسی نعمتِ عظمیٰ ہے کہ جس سے کائنات سے ظلم وجہل کی تاریکیاں دور ہوئیں، اور ایمان اور ہدایت کی دولت نصیب ہوئی، حضور سید الانبیاء ﷺ کی انہی خصوصیات اور حیثیت کا ذکر رب تعالیٰ نے اوپر بیان کی ہوئی آیتِ کریمہ میں کیا ہے۔ اسی طرح ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب میں ارشاد ہے:

قُلْ بِـفَـضْـلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْاؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ○ (یونس ۱۰:۵۸)

ترجمہ: اے حبیب تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت سے اور اسی پر چاہیے کہ خوشی منائیں، وہ (فضل و رحمت) ان کے سب دھن دولت سے بہتر ہے''

پیارے بچو! اس آیتِ کریمہ میں ''فَرَح'' کا لفظ آیا ہے جس کے معنی ہیں کہ کسی پیاری اور محبوب شے کو پاکر دل کا لذت و مسرت سے بھر جانا۔ معنی یہ ہوئے کہ حضورِ اکرم رسولِ اعظم ﷺ سراپا اللہ رحیم وکریم کا فضل ورحمت ہیں لہٰذا ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فضل ورحمت پر خوشی ومسرت کے اظہار کا حکم دیا ہے، اس لئے مسلمانوں کی خوش نصیبی اسی میں ہے کہ وہ اس مبارک دن کو بطور جشن منائیں اور اپنی خوشی کا اظہار کریں۔ لہٰذا عید میلاد النبی کے دن حضور اکرم رحمتِ عالم ﷺ کے نیاز مند امّتی اپنے پیارے رسول ﷺ کی تشریف آوری اور آپ کے فضائل وکمالاتِ جمیلہ کا تذکرہ محافلِ میلاد منعقد کرکے کرتے ہیں اور حاضرینِ محفل ذوق وشوق اور محبت وعقیدت سے سنتے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ محافلِ میلاد کا منعقد کرنا اہلِ محبت وایمان کا شعار (طریقہ) ہے خود اللہ رب العزت نے اس کا بیان فرمایا۔

دنیا میں آپ ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام نے آپ ﷺ کے کمالات واوصاف کا ذکر کیا اور آپ کی آمد کی بشارتیں دیں۔

محبوبِ خدا ﷺ نے اپنا میلاد آپ بیان فرمایا، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اس کے لئے دعوت دی، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مسجد نبوی شریف میں والہانہ جمع ہوکر آپ کا میلاد اور تعریف وتوصیف سنتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بعد تابعین اور تبع تابعین کرام، ائمۂ دین، علمائے کاملین اولیاء وصلحاء اور سلاطین اسلام میلاد کی محفلوں کا اہتمام بڑی محبت وعقیدت سے کرتے اور اس عمل کو رب تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی رضا کا باعث جانتے۔ ان نورانی محافل میں حاضری کو ایمان کی جلا کا سبب گردانتے۔ قرآنِ کریم احادیثِ مبارکہ اور ارشاداتِ علماء میں اس کی تفصیل موجود ہے۔

قرآنِ مجید نے حضور اکرم ﷺ کے علاوہ دیگر انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام مثلاً حضرت آدم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کی ولادت کے احوال اور ان کے فضائل وکمالات کا ذکر تفصیل سے بیان فرما کر ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ انبیاء کرام خصوصاً سید الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے میلاد اور ان کے احوال اور اوصاف و کمالات کا ذکر کرنا اللہ تبارک وتعالیٰ اور انبیائے کرام کی سنّت ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تو حضور اکرم نبیِ آخر الزمان ﷺ کی آمد کی بشارت آپ کا نامِ نامی لے کر دی ہے:

وَمبشراً م بِرَسُوْلٍ یَّأْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗ اَحْمَدُ ط

(الصّف: ۶۱:۶)

ترجمہ: ''اور ان رسول کی بشارت سناتا ہوا آیا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام نامی احمد ہے''

پیارے بچو! سید عالم ﷺ کے جشن کے موقع پر اتنا خیال ضرور رہے کہ یہ مسرت وشادمانی کی تقریب اس مبارک ذات کی ہے جس کے ذکر کو اللہ رب العزت نے ہمیشہ کے لئے بلندی دی ہے وہ فرماتا ہے:

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ ط (الانشراح: ۹۴:۴)

''یعنی اے حبیب ہم نے تمہارے لیئے تمہارا ذکر بلند کردیا۔ (کیا انبیاء کیا فرشتے سب میں آپ ﷺ کا نام بلند ہے)''

پھر فرمایا کہ:

وَاَمَّا بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ o (الضحیٰ: ۹۳:۱۱)

''اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو''

اے نیک بخت بچو! اللہ تعالیٰ تم کو اور ہم سب کو توفیق دے کہ اس کے حبیبِ مکرّم ﷺ کے اسم گرامی اور ان کے ذکرِ مبارک کو خوب رِفعت (یعنی بلندی) دیں۔ آپ ﷺ کی ولادتِ باسعادت کا دل کھول کر چرچا کریں، صرف یومِ عیدِ میلاد النبی (ﷺ) پر ہی نہیں، صرف سال میں ایک ہی دن نہیں بلکہ آپ ﷺ کی غلامی کا تقاضہ یہ کہ۔

ہر روز روزِ عید، ہر شب، شبِ برأت

ہر دن اپنے رسول، رؤف ورحیم، شفیق ومکرم ﷺ کا ذکر کریں۔ تلاوتِ کلامِ پاک کے بعد درودوسلام پڑھیں نعتیں پڑھیں، اور اس بات کی کوشش کریں کہ اپنے ساتھ اپنے دیگر بہن، بھائی، والدین رشتہ دار اور اہلِ محلّہ کو بھی شریک کریں۔

لیکن عزیز بچو! ایک بات ضرور یاد رکھنا کہ میلاد مناتے وقت اس رفعتِ ذکر کی جھلک تمہارے کردار میں بھی پائی جائے۔ تم سراپا عقیدت ومحبت بن جاؤ، کسی کی زبان پر درودوسلام جاری ہو، کوئی لب وا آنکھ بند اور دل گرفتہ ہو کر نعتیں پڑھ رہا ہو، کوئی اپنی آنکھوں سے عقیدت ومحبت کے موتی برسا رہا ہو اور جب ذکرِ رسول اور میلادِ رسول ﷺ سے فارغ ہو کر زندگی کے معمولات (یعنی گھر بار کھانے پینے، تعلیم وتعلُّم، نشست وبرخواست، رفتار وگفتار) کی طرف لوٹو تو تمہارے تصوّرات میں اپنے آقا ومولا ﷺ کی پیاری نورانی صورت اور کردار میں ان کی سیرت کی جھلک ہو۔ یہی میلاد النبی اور ذکرِ رسول ﷺ کا حاصل ہے۔

تعزیت

کنزالایمان سوسائٹی کے صدر اور ماہنامہ کنزالایمان کے چیف ایڈیٹر ''محمد نعیم طاہر رضوی صاحب کے والدِ محترم الحاج نذیر احمد یکم شوال المکرم ۱۴۲۴ھ بمطابق ۲۶ نومبر ۲۰۰۳ء بروز بدھ عید الفطر کے روز صبح تہجد کے وقت راہی ملک عدم ہوگئے۔ ادارے کے سرپرست اعلیٰ، صدر و اراکین ادارہ جناب نعیم طاہر رضوی کے اس غم میں برابر کے شریک ہیں، اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

معارف اسلاف

از: علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی علیہ الرحمہ

(۲۷ر جمادی الثانی ۱۴۲۴ھ/ ۲۶ر اگست ۲۰۰۲ء)

کون جیتا ہے شب ہجر سحر ہونے تک
عمر اک چاہیے یہ عمر بسر ہونے تک

حضرت علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی علیہ الرحمہ پیکر علم و عمل تھے، وہ عمل پر یقین رکھتے تھے، جہاں جہاد کی ضرورت ہوتی اس سے بھی گریز نہ کرتے اور سخت جدو جہد سے اپنا مقصود حاصل کر لیتے، ان کے حوصلے بہت بلند تھے۔ وہ عُجب وخود پسندی کو پسند نہ کرتے تھے اور محسن کُشی کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے ان کے مزاج میں خواہ مخواہ کی فتنہ انگیزی نہ تھی، وہ کوشش کرتے کہ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے خلاف اٹھنے والی ہر آواز کو دانائی وحکمت سے دبا دیں۔ ایک مثال عرض کرتا ہوں، علماءٔ اہلسنّت کا ایک فتویٰ شائع ہوا جس سے ایک طرف حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ اور حضراتِ نقشبندیہ علیہم الرحمہ کا دامنِ عصمت داغدار ہوتا تھا اور دوسری طرف امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ عنہ پر الزام آتا تھا۔ فقیر نے اس سلسلے میں رفع فساد کے لئے مفتی صاحب علیہ الرحمہ کی خدمت میں استفتاء پیش کیا۔ آپ نے اس کا عادلانہ، عارفانہ، حکیمانہ مؤثر جواب عنایت فرمایا جس سے ایک طرف حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دامن عصمت محفوظ ہو گیا دوسری طرف امام احمد رضا خاں محدث بریلوی رضی اللہ عنہ پر الزام نہ رہا۔ مفتی صاحب علیہ الرحمہ کا یہ اہم فتویٰ ''امام ربانی مجدد الف ثانی'' کی دوسری جلد کے پہلے باب میں شامل کیا جا رہا ہے جو امام ربانی فاؤنڈیشن، کراچی ۲۰۰۴ء تک چار پانچ جلدوں میں شائع کر رہی ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کے اخلاص اور للّٰہیت کا یہ عالم تھا کہ اپنی سوانح لکھنے کی اجازت نہ دیتے تھے کہ اس میں شائبۂ حظِ نفس بھی ہے۔ جب فقیر نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے احسانات اور انعامات کو یاد کرنے کا حکم دیا ہے اس لئے ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ بغیر نفسانی خواہش کے اپنے اوپر اللہ کے انعامات واحسانات کا ذکر کرے اور ذکر کرنے دے تو یہ سن کر مفتی صاحب مسکرائے اور خاموش ہو گئے۔ اب مناسب ہے کہ کوئی اہلِ محبت اس طرف توجہ فرمائیں تاکہ حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کی تابناک زندگی آنے والوں کے لئے مشعلِ راہ بنے۔

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ خشک مولوی نہ تھے جو صرف کھاتا پیتا ہے، کھلاتا نہیں، وہ کھلاتے پلاتے بھی خوب تھے۔ فقیر جب بھی لاہور حاضر ہوتا جامعہ نظامیہ میں حضرت مفتی صاحب سے ملاقات کے لئے ضرور جاتا، وہ قسم قسم کی نعمتوں سے دسترخوان سجا دیتے۔ پھر علمی دسترخوان بھی بچھاتے، مطبوعات اور مسودات دکھاتے اور دکھا دکھا کر خوش ہوتے، کبھی دورۂ حدیث کے طلبہ کو بلا کر نصیحت و ہدایت کے لئے بھی حکم فرماتے۔ ایک مرتبہ ایسا ہی ہوا، فقیر نے طلبہ کے سامنے علم لدنی کی اہمیت کو اجاگر کرنا چاہا معاً مفتی صاحب نے خیال فرمایا کہیں ایسا نہ ہو کہ طلبہ درسی علوم کو بے فائدہ سمجھ

کراس سے ہاتھ اٹھالیں۔فوراً لقمہ دیا اور درسی علوم کی اہمیت پر روشنی ڈالنا چاہی،فقیر نے عرض کیا ان علوم کی اہمیت اپنی جگہ مسلّم ہے۔لیکن ان کے حاصل کرنے کے بعد طالب علم کو مطمئن ہوکر نہ بیٹھنا چاہیے بلکہ عطائے ربانی کا انتظار کرنا چاہیے تاکہ علم لدنّی سے بھی سرفراز ہو۔ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

''کہ علمِ حضوری کے سامنے علمِ حصولی کچھ بھی نہیں''

علمِ حصولی صورتوں کا علم ہے،علمِ حضوری سیرتوں کا علم ہے۔اس لئے علمِ حصولی سے فارغ ہوکر علمِ حضور کی طلب رکھنی چاہیے تاکہ مطلوب حاصل ہو۔

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ جب کبھی کراچی تشریف لاتے غریب خانہ کو ضرور رونق بخشتے،کبھی علامہ غلام نبی فخری ساتھ ہوتے،کبھی علامہ منیب الرحمٰن ساتھ ہوتے،کبھی علامہ غلام محمد ساتھ ہوتے۔مفتی صاحب کی محبت واخلاص رہ رہ کر یاد آتی ہے۔

حضرت مفتی صاحب عاجزوں کے ساتھ عاجز اور قاہروں کے ساتھ قاہر تھے۔بے باک،حق گو،بھری مجلس میں علماء کو ٹوک دیا کرتے تھے۔بڑے بڑے علماء ان کے سامنے بات کرتے جھجکتے تھے۔وہ سلف صالحین کا نمونہ تھے ان کے قہر میں بھی محبت تھی۔ وہ سلف صالحین کی پیروی میں نجات سمجھتے تھے،صاحبِ استقامت تھے،ڈانواں ڈول نہ ہوتے تھے۔

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ ۲۹رشعبان ۱۳۵۲ھ/ ۱۸ردسمبر ۱۹۳۳ء میں مانسہرہ کے علاقہ ضلع ہزارہ میں پیدا ہوئے۔ علمائے عصر سے علومِ عقلیہ ونقلیہ کی تحصیل کی۔پھر ۱۹۵۵/۵۶ء میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفہ علامہ ابو البرکات قادری رضوی علیہ الرحمۃ سے دارالعلوم حزب الاحناف (لاہور) سے اور محدث اعظم پاکستان علامہ محمد سردار احمد قادری رضوی علیہ الرحمۃ سے جامعہ رضویہ مظہر الاسلام (فیصل آباد) سے سندِ فراغت اور دستارِ فضیلت حاصل کی۔علامہ سید ابوالبرکات علیہ الرحمہ کی یاد آ گئی،کیسی محبت کس قدر خلوص والے یہ علماء تھے، طالب علمی کے زمانے میں ۱۹۵۲/۵۵ء میں فقیر جب حاضر ہوتا والد ماجد مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ سے نسبت کی وجہ سے فقیر کو اپنے ساتھ مسند پر بٹھاتے،مولانا مسعود صاحب سے چائے منگوا کر پلاتے۔پھر جب بزم مظہری،لاہور کی سرپرستی میں داتا دربار میں پہلی محفلِ میلاد النبی ﷺ منعقد ہوئی تو فقیر کی درخواست پر محفل میں خود تشریف لائے اور سواری کے اہتمام کی بھی تکلیف نہ دی۔تقریر فرمائی اور خود ہی تشریف لے گئے۔محدث اعظم پاکستان حضرت والد ماجد علیہ الرحمہ کے عقیدت مندوں میں تھے،برادر گرامی مفتی محمد مظفر احمد علیہ الرحمہ (جو فنِ فتویٰ نویسی میں اپنی مثال آپ تھے) کے خاص محبین میں تھے،جب کراچی تشریف لاتے ان سے ضرور ملتے۔ حضرت والد ماجد علیہ الرحمہ کے ایک فرزند طریقت نے جون،جولائی کی گرمیوں میں لوہاری گیٹ کے اندر تنگ وتاریک مکان میں فقیر کی دعوت کی اور فقیر کے حوالے سے حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد علیہ الرحمہ اور صدر المشائخ حضرت فضل عثمان مجددی علیہ الرحمہ کو بھی دعوت دے دی اور دونوں حضرات تشریف لے آئے،جب فقیر نے دیکھا تو خوشی تو ہوئی مگر شرمسار بھی ہوا کہ اس فرزندِ طریقت نے ان حضراتِ عالیہ کو اس شدید گرمی میں کیوں تکلیف دی مگر ان دونوں حضرات نے اپنی محبت وشفقت کا نقش فقیر کے دل پر مُرتسم کر دیا۔علیہما الرحمۃ والرضوان۔سندِ فراغت سے پہلے ۱۹۵۳ء میں حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ مولانا محمد سردار علیہ الرحمہ کے دستِ حق پرست پر سلسلۂ

عالیہ قادریہ رضویہ میں بیعت فرما چکے تھے۔ طالب علمی کے زمانے ہی سے مفتی صاحب علیہ الرحمہ نے تدریس کا آغاز کر دیا تھا پھر فراغت کے بعد مختلف مدارس میں یہ فرض انجام دیا۔

ابتداء ہی سے تدریس کے ساتھ ساتھ انتظامی معاملات اور سرمایہ کی فراہمی کا بھی تجربہ ہو گیا تھا جو آگے چل کر کام آیا۔ جامعہ نظامیہ میں دوسرے مشاغل کے علاوہ تدریس کا سلسلہ آخر دم تک جاری رہا۔ حضرت مفتی صاحب بڑے فرض شناس تھے اور اپنی کلاس کا پورا پورا پاس رکھتے تھے۔ جب تک گھنٹہ نہ بج جاتا کلاس ختم نہ کرتے تھے۔ آنے جانے والے کلاس میں مخل نہ ہو سکتے تھے۔ بڑے اصول پسند، وقت کے پابند اور فرض شناس تھے۔ درس و تدریس کے علاوہ مختلف مساجد میں امامت و خطابت کے بھی فرائض انجام دیئے۔ ان کا سب سے بڑا تعمیری کارنامہ جامعہ نظامیہ رضویہ کے لئے زمین کے حصول اور عمارت کی تعمیر میں آپ کی بے مثال جدو جہد ہے۔ آپ نے جامعہ کے لئے تن من دھن کی بازی لگا دی اور اپنی بے مثال جدو جہد سے جامعہ نظامیہ رضویہ کو اہلسنّت کے تمام مدارس عربیہ میں نہایت ممتاز کر دیا۔ پھر چند سال پہلے شیخوپورہ کے قریب جامعہ نظامیہ رضویہ کا جدید و عظیم کیمپس قائم کیا۔ چند سال پہلے جب فقیر حاضر ہوا تو مفتی صاحب نے خوشی خوشی وہ البم دکھایا جس میں جامعہ کی مختلف عمارات کے عکس تھے۔ فقیر نے عرض کیا! ''یہ معدوم ہیں یا موجود''۔ مفتی صاحب بہت مسکرائے اور فرمایا کہ ''نہیں موجود ہیں، میں آپ کو لے جا کر دکھاؤں گا''۔ فقیر نے یہ بات کیوں پوچھی اس کی وضاحت کے لئے ایک تلخ تجربہ کا ذکر ضروری سمجھتا ہوں۔ عرصہ ہوا کچھ علماء اہلسنّت فقیر کے پاس آئے اور اپنے مدرسے کا نہایت ہی دل پذیر اور دلکش البم دکھایا۔ ایک ایک عمارت کا عکس دیکھتا گیا جب البم دیکھ چکا تو ایک دوسرا البم کھولا گیا جس میں اس مدرسے کے متعلق علمائے اہلسنّت کی تعارفی آراء تھیں، جب اس سے فارغ ہوا تو مولوی صاحب نے فرمائش کی کہ فقیر بھی کچھ لکھ دے، فقیر نے عرض کیا کہ فقیر دیکھ کر لکھتا ہے کسی کے لکھے پر نہیں لکھتا، آپ کسی روز مدرسہ دکھا دیں ان شاء اللہ فقیر بھی لکھ دے گا۔ پھر ان علماء میں سے کوئی فقیر کے پاس نہ آیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ مدرسے کی زمین تو ہے مگر صرف ایک کمرہ بنا ہوا ہے اور وہ عظیم الشان عمارتیں جو البم میں دکھائی گئی تھیں سب کی سب معدوم ہیں۔ اسی لئے فقیر نے مفتی صاحب سے سوال کیا تھا کہ ''یہ عمارتیں معدوم ہیں یا موجود''۔ مفتی صاحب شیخوپورہ کی جدید کیمپس دکھانے لے گئے۔ اگر چہ ابھی پورے منصوبے پر عمل نہ ہوا تھا لیکن جو کچھ بن گیا تھا اس کو دیکھ کر سخت حیران ہوا، کلاس روم کے علاوہ پانچ سو طالبہ کی رہائش کے لئے عظیم الشان ہوسٹل، اساتذہ کے رہنے کے لئے خوش نما بنگلے جو ہمارے بڑے بڑے کالجوں میں بھی دستیاب نہیں۔ مفتی صاحب نے فرمایا رہائش بھی مفت، کھانا بھی مفت، پھر بھی اساتذہ یہاں رہنا پسند نہیں کرتے۔ اب تو یہ کیمپس اور بھی شاندار ہو گیا ہو گا۔ آج مفتی صاحب کی قبر شریف بھی اسی کیمپس میں ہے جو ان کی بلند ہمتی کی یادگار ہے۔ (باقی آئندہ)

مرتب: علامہ سید آل حسنین میاں قادری برکاتی*

معارف اسلام (اسلامی معلومات کا خزانہ)

آنکھوں کا تارا نام محمد ﷺ

(۸۱) ایک بار حضور شفیع المذنبین ﷺ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے باغ میں تشریف لے گئے آنحضرت ﷺ کے قدموں کی برکت سے ان کا باغ سال بھر میں دو بار پھل دینے لگا۔

(۸۲) حضور انور ﷺ فرماتے ہیں روئے زمین پر جتنے پیڑ، پتے اور ڈھیلے ہیں، میں قیامت کے دن ان سب کی تعداد سے زیادہ آدمیوں کی شفاعت کروں گا۔

(۸۳) کعب بن احبار سے نقل کیا گیا کہ جنت والوں کے نزدیک نبی کریم ﷺ کا اسم گرامی عبدالکریم ہے، دوزخ والوں کے نزدیک عبدالجبار، اہل عرش کے نزدیک عبدالحمید ہے، جنوں کے نزدیک عبدالرحیم، انبیاء کرام کے نزدیک عبدالوہاب ہے، شیاطین کے نزدیک عبدالقہار، پہاڑوں میں عبدالخالق، صحراؤں میں عبدالقادر سمندروں میں عبدالمہیمن، زندوں کے نزدیک عبدالقدوس درندوں کے نزدیک عبدالسلام، جنگلی جانوروں کے نزدیک عبدالرزاق، پرندوں میں عبدالغفار اور چوپایوں میں عبدالمومن ہے۔

(۸۴) نبی کریم ﷺ کو لوکی بہت پسند تھی۔ فرماتے تھے لوکی میرے بھائی یونس علیہ السلام کا درخت ہے۔

(۸۵) حضور ﷺ نے فرمایا جو جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ آگ میں بنالے۔ یہ حدیث متواتر ہے بارہ صحابہ سے منقول ہے جن میں عشرہ مبشرہ بھی ہیں۔ اس حدیث کے سوا کسی حدیث میں عشرہ مبشرہ جمع نہیں ہوئے۔

(۸۶) حضور ﷺ جب بیت الخلا تشریف لے جاتے تو انگشتری مبارک یا تو اتار کر باہر ہی رکھ جاتے یا جیب یا منہ میں ڈال لیتے تھے کیونکہ اس میں محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔

(۸۷) حضور ﷺ کا سجدہ یوم محشر میں ایک ہفتے تک رہے گا جس میں حضور ﷺ ایسی حمد کریں گے جو کبھی کسی نے نہ کی ہوگی

(۸۸) حضرت سائب بن یزید کے سر میں درد تھا۔ حضور اقدس ﷺ کے دست مبارک کی برکت سے جاتا رہا۔ اس ہاتھ کی برکت یہ ہوئی کہ حضرت سائب کی عمر سو سال ہوئی نہ کوئی بال سفید ہوا اور نہ کوئی دانت گرا۔

(۸۹) مہر نبوت حضور ﷺ کی گردن کے نیچے دو کندھوں کے درمیان ایک پارہ گوشت تھا جس پر کچھ تل تھے کبوتری کے انڈے یا مسہری کی گھنڈی کے برابر۔ پارہ گوشت نہایت نورانی چمکدار تھا۔ سیاہ تل آس پاس بال، ان کے اجتماع سے یہ جگہ نہایت بھلی معلوم ہوتی تھی۔ نیچے سے دیکھو تو پڑھنے میں یوں آتا تھا:

اللہ وحدہ لاشریک لہ

*(سجادہ نشین: آستانۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ نوریہ، مارہرہ مطہرہ، انڈیا)

اوپر سے دیکھو تو یوں پڑھا جاتا تھا:

تَوَجَهُ حَیۡثُ کُنۡت فَاِنَّکَ مَنۡصُوۡرٌ

اسے مہر نبوت اس لیے کہتے تھے کہ گذشتہ آسمانی کتابوں میں اس مہر کو حضور کے خاتم النبیین ہونے کی علامت قرار دیا گیا تھا وفات اقدس کے وقت یہ مہر نبوت غائب ہوگئی تھی۔ اس میں اختلاف ہے کہ وقتِ ولادت موجود تھی یا نہیں۔ بعض نے فرمایا کہ شقِ صدر کے بعد فرشتوں نے جو ٹانکے لگائے تھے ان سے یہ مہر پیدا ہوگئی تھی۔ صحیح یہ ہے کہ بوقتِ ولادت اصل مہر موجود تھی مگر اس کا ابھار ان ٹانکوں کے بعد ہوا۔

(۹۰) سرور عالم ﷺ کی ابروؤں کے درمیان ایک رگ تھی جو غصہ کی حالت میں سرخ ہوجاتی تھی۔

(۹۱) حضور ﷺ جب چلتے تھے تو یوں معلوم ہوتا تھا گویا بلندی سے اتر رہے ہیں۔

(۹۲) حضور اقدس ﷺ اپنے جد کریم حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بہت زیادہ مشابہ تھے۔

(۹۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور اقدس ﷺ کے سر مبارک اور ریش مقدس میں صرف چودہ بال سفید شمار کیے۔

(۹۴) حضور ﷺ کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور اسکا نگینہ حبش کا عقیق تھا۔

(۹۵) سرکار دو عالم ﷺ کی تلوارِ مبارک کا قبضہ چاندی کا بنا ہوا تھا

(۹۶) رسول کریم ﷺ کا تہہ بند شریف پنڈلیوں کے نصف تک ہوتا تھا۔

(۹۷) حضور انور ﷺ اکثر دستار مبارک کے نیچے چھوٹا سا رومال رکھتے اور وہ کپڑا تیل سے بھیگا رہتا تھا۔

(۹۸) نبی کریم ﷺ جب کھانا کھاتے تو انگلیاں تین مرتبہ چاٹتے تھے۔

(۹۹) حضور ﷺ نے تمام عمر نہ تو چوکی پر بیٹھ کر کھانا کھایا اور نہ ہی چپاتی کھائی۔

(۱۰۰) سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا بہترین سالن سرکہ ہے۔

(۱۰۱) جس بستر پر رسول خدا ﷺ آرام فرماتے تھے وہ چمڑے کا تھا اور اس میں کھجور کی مونجھ بھری ہوئی تھی۔

(۱۰۲) مفسرین کرام کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو اگر ایسا حسن دیا جاتا کہ دیکھنے والے مصر کی عورتوں کی طرح حیرت زدہ ہوکر ہاتھ کاٹ لیتے تو یہ رحمت کے خلاف ہوتا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا حسن دل میں پیوست ہوتا تھا۔ اگر آپ کو مصر کی عورتیں دیکھ لیتیں تو بجائے ہاتھوں کے دلوں کو کاٹ لیتیں۔

(۱۰۳) قبرانور کا وہ حصہ جو سرکار مدینہ ﷺ کے بدن مبارک سے ملا ہوا ہے وہ کعبہ معظّمہ بلکہ عرش معلّی سے بھی افضل ہے۔ عشّاق کہتے ہیں کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا سینہ، علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ کا زانو، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی گود جو حضور اکرم ﷺ کی آرام گاہ بنی وہ بھی عرش معلّی سے کہیں افضل ہے۔ (جاری ہے)

☆☆☆

معارف کتب
(نقد و نظر)

﴿تعارف و تبصرہ: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری مدظلہ العالی﴾

نام کتاب .... محمد نور ﷺ

مصنف .... محمد منشا تابش قصوری

صفحات ۱۹۲

ناشر .... رضا اکیڈمی، محبوب روڈ، رضا چوک، مسجد رضا، چاہ میراں، لاہور فون: 7650440

" رسالہ "محمد نور" مسئلہ نور پر محترمی مولانا منشا تابش قصوری دامت عنایتہم کی محققانہ تصنیف ہے، یہ رسالہ ۱۹۲ رصفحات پر مشتمل ہے، فاضل مصنف نے اپنی تحقیقات کو چند صفحات میں سمو دیا ہے، دور جدید میں تفصیل سے زیادہ اجمال کی ضرورت ہے، ایسا اجمال جس پر ہزار تفصیلات قربان ہوں۔

فاضل ممدوح نے جامعیت اور ایجاز و اختصار کا پورا پورا خیال رکھا ہے اور وسعت قلبی کے ساتھ موافق و مخالف سب کی تصانیف سے استفادہ کیا ہے اور استدلال و استناد فرمایا ہے، کسی مقام پر بھی میانہ روی اور اعتدال کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا، سب و شتم اور طعن و طنز سے اپنا دامن محفوظ رکھا، فی الحقیقت یہ بڑی خوبی ہے جو طبقہ علماء میں نایاب نہیں تو کم یاب ضرور ہے۔

مسئلہ نور پر بحث کرتے ہوئے اس کثرت سے دلائل پیش کیئے ہیں کہ تشنگی باقی نہیں رہتی بلکہ پوری پوری تشفی ہو جاتی ہے اور کثرت براہین کو دیکھ کر بے ساختہ داد دینے کو جی چاہتا ہے۔ فاضل مصنف نے تحقیق کی خشک فضا کو اشعار آبدار سے پر بہار بنا دیا ہے، اس پر کتابت کی بہاریں مستزاد ہیں، فجز اہم اللہ احسن الجزاء۔

اس رسالہ کے ساتھ حدیث لولاک سے متعلق حضرت مولانا محمد باقری مدظلہ اور مولانا غلام رسول سعیدی صاحب کی فاضلانہ تحاریر بطور ضمیمہ شامل کی گئی ہیں، جو قابلِ مطالعہ ہیں۔ اسی موضوع پر حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کا یہ رسالہ بھی لائق مطالعہ ہے:

تلالؤ الافلاك بجلال حديث لولاك (۱۳۰۵)

مولا تعالیٰ فاضل مصنف کو اس محققانہ، مختصر، جامع اور عمدہ دل پذیر تصنیف پر اجر عظیم عطا فرمائے، قارئین کو قبولیتِ حق کی صلاحیت ارزانی عطا کرے اور اس تصنیفِ لطیف کو قبول عام کا شرف بخشے، بلاشبہ جملہ ناشرین ایسی دلکش اور حسین پیشکش پر مبارکباد کے مستحق ہیں۔"

اس کتاب کی بارگاہ رسالت ﷺ میں مقبولیت کی یہی دلیل کافی ہے کہ ۱۹۶۲ء سے لیکر اب تک اس کے ۲۹ رایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ زیرِ نظر نسخہ اس کا ۳۰ رواں ایڈیشن ہے جو نہایت دیدہ زیب و خوبصورت سرِ ورق کے ساتھ رضا اکیڈمی لاہور نے شائع کیا ہے، فجز اہم اللہ احسن الجزاء۔ البتہ اندرونِ سرِ ورق پر سنِ تاریخِ طباعت نہ ہونے کی وجہ سے قاری کیلئے یہ اندازہ لگانا مشکل ہے کہ یہ جدید ایڈیشن ۲۰۰۴ء کی عید کا تحفہ ہے یا گذشتہ سال کی عید کا۔ (ادارہ)

☆☆☆

معارف رضویات
(آپ کے خطوط کے آئینے میں)

دور و نزدیک سے

ڈاکٹر محمد عبدالودود (بنگلہ دیش)*

تفصیل وار مطالعہ سے حضرت کے کوائف و حالت کے متعلق معلومات ہوئیں ۔ جناب محترم عبدالمنان صاحب مترجم ''کنزالایمان'' اور مولانا بدیع العالم رضوی صاحب صدر رضا اسلامک اکیڈمی کے واسطہ سے جناب مکرم کے متعلق ناچیز کو معلومات حاصل ہوئیں ۔ میں ان حضرات کا شکر گزار ہوں ۔ آپ جیسے عظیم المرتبت، رفیع العزت، قابل قدر عالمی شخصیت کے ساتھ ناچیز کا رابطہ ہونا یہ ہمارے لئے باعث فخر ہے، رضویات کے حوالے سے ناچیز کو ''اسلامک یونیورسٹی کوشتیا بنگلہ دیش'' میں جو کچھ کام کرنے کا موقع ملا یہ حضرات کرام بالخصوص سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کی نظرِ کرم اور روحانی فیوضات کا کرشمہ ہے ۔ ہمیں امید ہے کہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا جیسی عالمی تنظیم کا تعاون اگر ہمارے شاملِ حال ہوجائے تو سرزمین بنگلہ دیش میں ہم نوجوانانِ اہلسنّت اپنی اپنی حدود میں جو تصنیفی و تالیفی، علمی و تحقیقی کام کررہے ہیں ان کی خدمات کو ایک مربوط نظام میں لاکر روشن مستقبل کی راہ ہموار ہوسکے گی ۔ الحمدللہ آپ حضراتِ کرام کی دعا سے ناچیز کو حالاً یونیورسٹی کے نصابی بورڈ (شعبۃ القرآن والدراسات الاسلامیہ) میں بطور رکن شامل کیا گیا۔

مزید برآں مستقبل میں مسلکِ اعلیٰ حضرت پر نصاب میں اور بھی کام کرنے کا موقع ملے گا، ان شاء اللہ ۔ آپ کا مرسلہ ''معارف رضا'' برابر مل رہا ہے، بہت بہت شکریہ ۔ ناچیز کی زیرنگرانی جناب مولانا بدیع العالم رضوی صاحب نے اعلیٰ حضرت کی حیات و کنزالایمان پر ایم فل کی رجسٹریشن کیلئے ''اسلامک یونیورسٹی کوشتیا بنگلہ دیش'' میں درخواست پیش کی ہے، حضرت کی دعا مطلوب ہے، تاکہ جلد منظوری مل جائے ۔ فقیر اعلیٰ حضرت کے حوالے سے ان کی حیات اور کنزالایمان پر یونیورسٹی کی ''ونارس'' (تخصص) کلاس میں اب درس دے رہا ہے۔ اسلامک یونیورسٹی کوشتیا کے شعبۂ ''القرآن والدراسات الاسلامیہ'' کی طرف سے یہ ذمہ داری میرے سپرد کردی گئی ہے۔

راجہ محمد طاہر رضوی ایڈووکیٹ (جہلم)

امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوں گے، اللہ تعالیٰ آپ کو صحت کاملہ عطا فرمائے، میری صحت کیلئے بھی دعا فرمایا کریں۔ معارف رضا دسمبر ۲۰۰۳ء پڑھ کر مسرت ہوئی کہ ۲۰۰۵ء میں سلور جوبلی تقریبات کا انعقاد ہو رہا ہے۔ اللہ آپ کو نیک مقصد میں کامیاب فرمائے۔

ماشاء اللہ اس موقع پر بیرون ممالک سے بھی اسکالرز آئیں گے، بالخصوص انڈیا سے بھی اگر انڈیا کے احباب سے رابطہ ہو تو ان سے ماہنامہ جامِ نور دہلی کا علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ نمبر ایک عدد منگوادیں ۔۲۔ ایک عدد رضوی شب و روز ڈائری (مطبوعہ رضوی کتاب گھر، مٹیا محل، دہلی ۔ منگوادیں، دراصل انڈیا سے سنی لٹریچر منگوانا مشکل ہے، پروفیسر ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم، دہلی ''اہلسنّت ڈائریکٹری'' مرتب کررہے تھے۔ جس میں انڈیا کے سنی اداروں کے پتے، اسکالرز کے پتے شامل ہوں گے، پتہ نہیں چھپی ہے یا نہیں۔ شاید وہ کینٹ میں ہونے والی عالمی امام احمد رضا کانفرنس میں سنی اسکالرز ہندوستان سے آئیں تو ان سے آپ ضرور رابطہ فرمائیں۔

*(اسوشیئٹ پروفیسر، ڈپارٹمنٹ آف القرآن اینڈ اسلامک اسٹڈیز، اسلامک یونیورسٹی، کوشتیا، بنگلہ دیش)

رضویات کے حوالے سے

ایک اہم خبر

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ پر تحقیق کے حوالے سے ایک مزید خوشخبری یہ ہے کہ مولانا محمد ظفر اقبال جلالی، خطیب مرکزی جامعہ مسجد نورِ مدینہ سیکٹر F8/4، اسلام آباد، پاکستان نے انٹر نیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد سے ''اثر الثقافۃ العربیہ فی المداح النبویۃ الاردیۃ للشیخ احمد رضا خاں'' کے عنوان پر ام فل (ماجستیر) کی تھیسس جمع کر کے Viva بسندِ ممتاز (A گریڈ) کامیابی حاصل کی اس طرح رضویات کے حوالے سے یہ ساتویں ام فل کی ڈگری ہے۔ جبکہ ۲/مزید حضرات ام فل کی تھیسس ابھی لکھ رہے ہیں۔

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کے سرپرست اعلیٰ ماہر رضویات قبلہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، صدر صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری صاحب، جنرل سیکریٹری محترم پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری اور دیگر اراکینِ ادارہ محترم مولانا ظفر اقبال جلالی زید مجدہٗ کو ان کی اس شاندار کامیابی پر دلی مبارک باد پیش کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ اب وہ امام احمد رضا کے کسی عنوان پر ڈاکٹریٹ کی تھیسس کی بھی تیاری کریں گے۔ اس سلسلے میں ادارہ ان کو ہر طرح کے تعاون کی پیش کش کرتا ہے۔

انجمن عاشقانِ مصطفیٰ ﷺ (چٹاگانگ، بنگلہ دیش) کے تحت منعقدہ دوروزہ کانفرنس (۲۵/۲۶/جون ۲۰۰۳ء)
جس میں مدعوئین علماء کا اشتہار، صدرادارہ صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری کا نام دوسرے نمبر پر ہے۔

নারায়ে তাকবীর
নারায়ে রিসালাত
নারায়ে গাউসিয়া

স্থান :
জমিয়তুল ফালাহ্ মসজিদ মিলনায়তন
চট্টগ্রাম।

তারিখ :
২৫ ও ২৬ জুন
বুধ ও বৃহস্পতিবার, বেলা ২টা থেকে

২ দিন
ব্যাপী

গাউসুল আযম
সম্মেলন ২০০৩

- ইমামে আহলে সুন্নাত, পীরে ত্বরীকত, উস্তাযুল উলামা আল্লামা আলহাজ্ব
  কাজী মুহাম্মদ নুরুল ইসলাম হাশেমী (ম.জি.আ.)।
- হযরতুলহাজ্ব সাহেবজাদা আল্লামা
  সৈয়্যদ ওয়াজাহাত রাসূল কাদেরী (ম.জি.আ.)
  চেয়ারম্যান, এদারায়ে তাহকীকাতে ইমাম আহমদ রেযা, করাচী, পাকিস্তান।
- পীরে কামেল, হামীয়ে আহলে সুন্নাত, মাওলানা হাফেজ
  সৈয়্যদ আবদুল বারী শাহ্ ছাহেব (ম.জি.আ.)।
- খতীবে বাঙ্গাল হযরতুল আল্লামা আলহাজ্ব
  মুহাম্মদ জালালউদ্দীন আল কাদেরী (ম.জি.আ.)।
  অধ্যক্ষ, জামেয়া আহমদিয়া সুন্নিয়া আলীয়া, চট্টগ্রাম।
- শেরে মিল্লাত, আল্লামা আলহাজ্ব
  মুফতী ওবাইদুল হক নঈমী (ম.জি.আ.)
  শায়খুল হাদীস, জামেয়া আহমদিয়া সুন্নিয়া আলীয়া।
- বিশিষ্ট ইসলামী গবেষক ও সংগঠক, আল্লামা
  ড. সাইয়িদ এরশাদ আহমদ আল বুখারী (ম.জি.আ.)
  প্রতিষ্ঠাতা ও মহাপরিচালক, ইসলামিক সেন্টার, দিনাজপুর।

পীরে কামেল, ফকীহে বাঙ্গাল মুর্শেদে বরহক, আল্লামা আলহাজ্ব
মুফতি কাজী মুহাম্মদ আমিনুল ইসলাম হাশেমী (ম.জি.আ.)
প্রতিষ্ঠাতা ও সভাপতি, আনজুমানে আশেকানে মোস্তফা (দঃ) বাংলাদেশ।

উপস্থিত থাকবেন দেশ বিদেশের খ্যাতনামা ওলামায়ে কেরাম, পীর মাশায়েখ, ইসলামী চিন্তাবিদ ও বুদ্ধিজীবীগণ।

সকলের প্রতি ঈমানী দাওয়াত রইল

ব্যবস্থাপনায়ঃ আনজুমানে আশেকানে মোস্তফা (দঃ) বাংলাদেশ

پیغامِ رضا امتِ ملسمہ کے نام

فروغ تعلیم اور امتِ مسلمہ کے کامیاب مستقبل کیلئے

امام احمد رضا کا دس نکاتی پروگرام

۱......عظیم الشان مدارس کھولے جائیں، باقاعدہ تعلیمیں ہوں؛

۲......طلبہ کو وظائف ملیں کہ خواہی نہ خواہی گرویدہ ہوں؛

۳......مدرسوں کی بیش قرار تنخواہیں ان کی کاروائیوں پر دی جائیں؛

۴......طبائع طلبہ کی جانچ ہو، جو جس کام کے زیادہ مناسب دیکھا جائے معقول وظیفہ دے کر اس میں لگایا جائے؛

۵......ان میں جو تیار ہوتے جائیں تنخواہیں دے کر ملک میں پھیلائے جائیں کہ تحریراً و تقریراً و واعظاً و مناظرۃً اشاعتِ دین و مذہب کریں؛

۶......حمایتِ مذہب و ردِّ بدمذہباں میں مفید کتب و رسائل مصنفوں کو نذرانے دے کر تصنیف کرائے جائیں؛

۷......تصنیف شدہ اور نو تصنیف رسائل عمدہ اور خوشخط چھاپ کر ملک میں مفت تقسیم کیئے جائیں؛

۸......شہروں شہروں آپ کے سفیر نگراں رہیں، جہاں جس قسم کے واعِظ یا مُناظِر یا تصنیف کی حاجت ہو آپ کو اطلاع دیں، آپ سرکوبی اعداء کیلئے اپنی فوجیں، میگزین اور رسالے بھیجتے رہیں؛

۹......جو ہم میں قابلِ کار موجود اور اپنی معاش میں مشغول ہیں، وظائف مقرر کر کے فارغ البال بنائے جائیں اور جس کام میں انہیں مہارت ہو لگائے جائیں؛

۱۰......آپ کے مذہبی اخبار شائع ہوں جو وقتاً فوقتاً ہر قسم کے حمایتِ مذہب میں مضامین تمام ملک میں بقیمت و بلاقیمت روزانہ یا کم سے کم ہفتہ وار پہنچاتے رہیں؛

حدیث کا ارشاد ہے کہ: ”آخر زمانے میں دین کا کام بھی درم و دینار سے چلے گا“

اور کیوں نہ صادق ہو کہ صادق و مصدوق ﷺ کا کلام ہے۔

﴿فتاوٰی رضویہ (قدیم) جلد نمبر ۱۲، صفحہ ۱۳۳﴾